At the reception at Capitol Hill, June 30, 1997 (Left to Right) Muhammad Akhtar, former DC Health Commissioner; The Amir, USA; Tony Hall, Congressman from Ohio; Hadhrat Khalifatul Masih IV; Ike Leggett, Councilman, Montgomery Co. Md.

Huzoor talking to some members of the news media during the 49th USA Annual Convention, 1997

THE AHMADIYYAH GAZETTE IS PUBLISHED BY THE AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM, INC., AT THE LOCAL ADDRESS 31 SYCAMORE STREET, P. O. BOX 226 CHAUNCEY, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY OH 45719.** POSTMASTER: SEND ADDRESS CHANGES TO:

THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. BOX 226
CHAUNCEY, OH 45719

لیخرج الذین امنوا وعملوا الصلحت من الظلمت الی

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

النور

جون ۱۹۹۸ء — احسان ۱۳۷۷ھش

فہرست مضامین

نگران — صاحبزادہ مرزا مظفر احمد امیر جماعت امریکہ

مدیر — سید شمشاد احمد ناصر

القرآن الحکیم

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۞
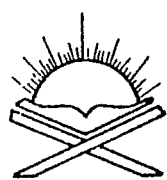
اور تم سب (کے سب) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور پراگندہ مت ہو اور اللہ کا احسان جو (اس نے) تم پر (کیا) ہے یاد کرو کہ جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کردی جس کے نتیجہ میں تم اُس کے احسان سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارہ پر تھے مگر اُس نے تمہیں اُس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات کو بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو تشہد کے بعد پڑھنے کے لیئے یہ دُعا سکھائی ۔ (ابوداؤد)

اَللّٰهُمَّ[1] اَلِّفْ عَلَى الْخَيْرِ قُلُوْبَنَا، وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ، وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ، وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ وَالْفِتَنَ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَاَزْوَاجِنَا [وَذُرِّيَّاتِنَا]، وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ [مُثْنِيْنَ بِهَا] قَابِلِيْهَا، وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! ہمارے دل خیر پر جمع کر دے۔ اور ما بین صلح کے سامان مہیا فرما۔ اور ہمیں سلامتی کی راہیں دکھا۔ اور ہمیں اندھیروں سے نجات دے اور نور کی طرف (لے آ) اور ہمیں بُری باتوں اور فتنوں سے بچا خواہ اُن کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے۔ اور اے (ہمارے رب!) ہمارے کانوں، آنکھوں اور دلوں میں برکت دے اور بیویوں اور اولاد میں برکت عطا فرما اور ہم پر رجوع برحمت ہو۔ یقیناً تُو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور ہمیں اپنی نعمت کا شکر گزار اور اس کی تعریف کرنے والا اور اسے قبول کرنے والا بنا اور وہ نعمت ہم پر پوری کر۔

[1] ابوداؤد میں اَلِّفْ اللّٰهُمَّ سے یہ دُعا شروع ہوتی ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک الفاظ میں

جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد اور برکات

ایمان اور معرفت میں ترقی

"اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لیے ضروری ہیں" (آسمانی فیصلہ)

"تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔" (اشتہار)

روحانی فوائد اور ثواب

"اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔"

"اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔"

"لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لائیں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔"

اخلاق فاضلہ اور دینی مہمات میں سرگرمی

"اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کریں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور زہد و تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخاۃ میں دوسروں کے لیے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لیے سرگرمی اختیار کریں۔" (شہادت القرآن)

صالحین کی صحبت سے فیض

"... ایک غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسول مقبولؐ کی محبت دل پر غالب آجائے ... اس غرض کے حصول کے لیے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔ کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہوکر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔" (آسمانی فیصلہ)

دینی ہمدردی کے لیے تدابیر حسنہ

"اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لیے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ دین حق کے قبول کرنے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔" (اشتہار)

نئے احباب سے تعارف

"اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوکر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ کر اور روشناس ہوکر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔"

(آسمانی فیصلہ)

رنجشیں اور اجنبیت مٹانے کا ذریعہ

"اس جلسہ میں تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لیے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لیے بدرگاہ حضرت عزت جل شانہٗ کوشش کی جائے گی" (آسمانی فیصلہ)

وفات پا جانے والوں کے لئے اجتماعی دعائے مغفرت

"جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لیے دعائے مغفرت کی جائے گی۔"

(آسمانی فیصلہ)

حضرت اقدس علیہ السلام کی دعاؤں میں شرکت

جو دوست ہر قسم کا حرج کرکے بھی اس بابرکت اجتماع پر تشریف لائیں گے وہ حضور کی اس دعا میں شریک ہوں گے جو حضور نے جلسہ کے لیے آنے والوں کے حق میں خدائے عزّوجل کے حضور خاص طور پر کی ہے اور جس سے اس جلسہ کی اہمیت اور عظمت پر روشنی پڑتی ہے حضور فرماتے ہیں:

"بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لیے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔"

مہمان نوازی کے خُلق کو انفرادی واجتماعی طور پر منظّم کریں

(حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع)

پس تمام دنیا کی جماعتوں کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ (ہ) وہ اپنے مہمانوں کے لئے' آنے والے مہمانوں کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں اور ان آنے والے مہمانوں میں سب سے زیادہ اہم مہمان اس وقت نومبائعین ہیں۔ نومبائعین کا اب سلسلہ ایسا بڑھ چکا ہے کہ ان کے لئے ہمیں وسیع تر انتظامات کرنے ہوں گے۔ اب انفرادی کوشش پر ان کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اگر اتفاقات پر ان کو چھوڑ دیں گے۔ انفرادی کوشش پر چھوڑ دیں گے تو ایک بھاری تعداد ان میں سے ایسی رہ جائے گی جن کو پوچھنے والا' دیکھنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کلام الٰہی میں جو تالیف قلب کی ہدایت دیتا ہے' مولفۃ القلوب بیان کرتا ہے ان لوگوں کو' یہ وہ لوگ ہیں جو ابتدائی دور میں اگر محبت پالیں تو ہمیشہ کے لئے آپ کے ہو جائیں گے۔ اگر ابتدائی دور میں ان سے سرد مہری کا سلوک ہو اور ان کا کوئی نہ ہو جو انہیں اپنا سکے اور سینے سے لگا سکے تو بعید نہیں ہو تا کہ یہ لوگ آہستہ آہستہ سرک کر یا پیچھے ہٹ جائیں یا اپنی ایک بے عملی کی سی حالت میں ٹھنڈے پڑ جائیں اور جیسے لوہا گرم ہو تو اس وقت اسے شکلیں عطا کی جاتی ہیں اور ٹھنڈا ہو جائے تو وہ شکلیں قبول کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ پس یہی دور ہے جب کہ آپ کی مہمان نوازی کا خلق ایک ایسے اجتماعی رنگ میں ان آنے والے مہمانوں کے دل جیتنے والا بنے کہ جس کے ساتھ منصوبہ ضروری ہے۔ پس تمام جماعتوں کو اس پہلو سے منصوبہ بنانا چاہئے کہ کثرت سے آنے والے نئے احمدیوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ رہے جسے جماعت احمدیہ حضرت بانی سلسلہ کے مہمان کے طور پر سر آنکھوں پر نہ لے اور جس کی خدمت ایک دلی جذبے سے نہ کرے۔ یہ کچھ دیر کی بات ہے۔ یہ وہ مہمان ہیں جو چند دنوں میں میزبان بننے والے ہیں۔ اگر پہلی زندگی کے چند مہینوں کے تجربے میں یا زیادہ سے زیادہ ایک سال کے تجربے میں یہ آپ کے حسن خلق سے متاثر ہو گئے' آپ نے ان کی خدمتیں کیں تو ان میں سے ایسے پیدا ہوں گے جو آپ سے بڑھ کر خدمت کرنے والے ہوں گے اور آنے والے وقتوں کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کو یہ آپ کے ساتھ شانہ بشانہ مل کر پورے کریں گے۔ پس ہر پہلو سے یہ بہت اہم مسئلہ ہے کہ ہم اپنی مہمان نوازی کے خلق کو انفرادی طور پر بھی بڑھائیں اور اجتماعی طور پر بھی ایسا منظّم کریں کہ اس کے نتیجے میں آئندہ صدیوں میں جو پھیلے ہوئے تقاضے ہیں ان کو ہم بہترین رنگ میں پورا کرنے والے ہوں۔

(از خطبہ 30۔ اگست 1996ء

جلسہ سالانہ

(حضرت حافظ مختار احمد شاہجہانپوری رضی)

یہ تیری دِلکشی اَے جلوہ گاہِ حُسن کیا کہنا
جو آتا ہے بصد اخلاص مُشتاقانہ آتا ہے

چلے آتے ہیں آنے والے یُوں قُربان ہونے کو
کہ جیسے شمع پر پروانہ بے تابانہ آتا ہے

تعلّق کیا، غرض کیا، واسطہ کیا، ہوشیاروں کو
یہ دیوانوں کی مجلس ہے یہاں دیوانہ آتا ہے

لگا ہے کوچۂ دلبر میں دیوانوں کا تانتا سا
کوئی دیوانہ آ پہنچا کوئی دیوانہ آتا ہے

اسیرِ عشق ہو کر سب تعلّق ٹوٹ جاتے ہیں
جو اِس مجلس میں آتا ہے آزادانہ آتا ہے

یہ مجلس ہے کہ ہے دیوانگانِ عشق کا مجمع
جدھر دیکھو نظر دیوانہ ہی دیوانہ آتا ہے

جلسہ سالانہ کی غرض و غایت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک الفاظ میں

"..... اس جلسے میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔

ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کیلئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔ اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کیلئے بدرگاہ حضرت عزت جل شانہٗ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے"..... (اشتہار ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء، آسمانی فیصلہ)

"..... اس جلسہ کی اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور اُنکے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اسکے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔

ماسوا اس کے جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے طیار ہو رہے ہیں ....

.... اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ دین حق پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں ..." (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۳۴۱۔۳۴۲)

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

"خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان (یعنی حقیقی متبعین) کی پاک استعداد کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے اور اُس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگی کے ازالہ کے لئے دن رات کوشش کرتا رہوں ... سو میں توفیق تعالیٰ کاہل اور سُست نہیں رہوں گا۔ اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہوں گا بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا۔"

(اشتہار ۴ مارچ ۱۸۸۹ء)

"دین تو چاہتا ہے مصاحبت ہو، پھر مصاحبت ہو۔ اگر مصاحبت سے گریز ہو تو دینداری کے حصول کی امید کیوں رکھتا ہے۔ ہم نے بار بار اپنے دوستوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ بار بار یہاں آکر رہیں اور فائدہ اُٹھائیں۔ مگر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ لوگ ہاتھ میں ہاتھ دے کر دین کو دُنیا پر مقدم کرتے ہیں۔ مگر اس کی پرواہ کچھ نہیں کرتے۔ یاد رکھو قبریں آوازیں دے رہی ہیں اور موت ہر وقت قریب ہوتی جا رہی ہے۔ ہر ایک سانس تمہیں موت کے قریب کرتا جاتا ہے اور تم اُسے فرصت کی گھڑیاں سمجھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے مکر کرنا مومن کا کام نہیں ہے جب موت کا وقت آگیا پھر ایک ساعت آگے پیچھے نہ ہوگی وہ لوگ جو اس سلسلہ کی قدر نہیں کرتے اور انہیں کوئی عظمت اس سلسلہ کی معلوم ہی نہیں اُن کو جانے دو مگر ان سب سے بدقسمت اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا تو وہ ہے جس نے اس سلسلہ کو شناخت کیا اور اس میں شامل ہونے کی فکر کی لیکن پھر اس نے کچھ قدر نہ کی۔ وہ لوگ جو یہاں آکر میرے پاس کثرت سے نہیں رہتے اور اُن باتوں کو جو خدا تعالیٰ ہر روز اپنے سلسلہ کی تائید میں ظاہر کرتا ہے نہیں سُنتے اور دیکھتے وہ اپنی جگہ کیسے ہی نیک متقی اور پرہیزگار ہوں مگر میں یہی کہوں گا کہ جیسا چاہئے انہوں نے قدر نہ کی۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تکمیل علمی کے بعد تکمیل عملی کی ضرورت ہے اور تکمیل عملی بدوں تکمیل علمی کے محال ہے اور جب تک یہاں آکر نہیں رہتے تکمیل علمی مشکل ہے۔"

(الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء)

"اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت

(باقی صفحہ ۸ پر)

جلسہ سالانہ کے میزبانوں اور مہمانوں کے لئے حضور انور کی ہدایات

(۱) اس جلسہ کو ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اس لئے اس سے وابستہ روایات کو زندہ کرنا چاہئے اور حسین پہلوؤں کا اضافہ ہونا چاہئے۔ اس جلسہ کو زیادہ سے زیادہ پہلوؤں سے اور شدت کے ساتھ روایتی بہترین جماعتی مرکزی جلسوں کا نمائندہ بنانے کی کوشش کریں۔

(۲) کارکنان کو دعا کی طرف خصوصی توجہ دلانی چاہئے اور ہر منتظم اپنے شعبے میں دیگر امور کے علاوہ دعا کی طرف بھی توجہ دلائے کیونکہ اس سے کاموں میں عظیم الشان برکت پڑتی ہے۔

(۳) حسن خلق پیدا کریں کیونکہ اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ انتظامات میں حسن خلق پر بالعموم زور دیا جائے اور اپنی روزمرہ عادات میں یہ بات داخل کرلیں کہ آپ نے دوسروں کو خوش کرنا ہے۔

(۴) جلسہ کے ایام میں نمازوں کی خاص طور پر نگرانی کی جائے اور جب نمازیں کھڑی ہوجاتی ہیں تو کوئی نماز سے باہر نہ ہو سوائے ان کے جو ڈیوٹیوں پر ہیں اور خاص طور پر فجر کی نماز کا اہتمام کیا جائے کیونکہ یورپ میں موسم کی تبدیلی کی وجہ سے راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں اور صبح اٹھنے میں مشکل ہوتی ہے اس لئے اطفال کے گروہ صل علیٰ کے گیت گاکر لوگوں کو بیدار کریں اور وہ روایتی نغمے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عشق میں گائے جاتے ہیں وہ اسلام آباد میں بھی سنائی دیں۔ اس ضمن میں بیرونی ملکوں سے جو مہمان آ رہے ہیں ان کو بھی یہ کام دیں۔

(۵) انتظامیہ میں سب سے پہلے اس بات کو داخل کیا جائے کہ ناظم تربیت موجود ہو جیسا کہ قادیان اور ربوہ میں بھی ہوا کرتا تھا اور جو نوجوان نسلوں کی تربیت کے لئے اپنے ساتھ نسبتاً معمر دوستوں کی ٹیم بنائے اور نظام تربیت کو قائم کرے کیونکہ نئے آنے والے بھی تربیت کے محتاج ہیں اور ان کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ سلوک کرنے والے بھی تربیت کے محتاج ہیں۔ نئے آنے والوں کی تالیف قلب ہونی چاہئے اور ان کو اجنبی اور غیر سمجھ کر چھوڑ نہ دیں۔ اس کے علاوہ احمدی روایات کی پابندی کریں۔

(۶) نومبائعین باہر سے آنے والے نوجوانوں سے ڈیوٹیاں لیتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ نہ وہ نمازوں سے محروم رہیں اور نہ جلسہ سے محروم رہیں۔ بعض انتظامات جہاں سے الگ ہونا ممکن نہیں وہاں لاؤڈ سپیکر مہیا ہونے چاہئیں۔

(۷) کارکنان میں نواحمدیوں کے نام بہت کم ہیں اس لئے ان پر ذمہ داری ڈالنی چاہئے کیونکہ جب کوئی ذمہ داری سے باہر ہوتا ہے تو بالعموم وہ تنقید کی نظر سے دیکھتا ہے اور جب وہ ذمہ داری سنبھالتا ہے تو لوگ اسے تنقید کی نظر سے دیکھ رہے ہوتے ہیں اور اسے دفاع کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح اسے انتظامی مشکلات کا بھی علم ہوتا ہے اور علاوہ ازیں اس کی تربیت بھی ہوتی ہے اور انتظام سے واقفیت ہوتی ہے۔ ان کو زیادہ سے زیادہ شعبوں کی تربیت دی جائے تاکہ ان میں اجتماعی صلاحیت پیدا ہو۔

(صفحہ ۷ سے آگے)

کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کیلئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں . . . . . .

. . . . . . دل تو یہی چاہتا ہے کہ مبائعین محض للہ سفر کرکے آویں اور میری صحبت میں رہیں اور کچھ تبدیلی پیدا کرکے جائیں کیونکہ موت کا اعتبار نہیں میرے دیکھنے میں مبائعین کو فائدہ ہے مگر مجھے حقیقی طور پر وہی دیکھتا ہے جو صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرتا ہے اور فقط دین کو چاہتا ہے سو ایسے پاک نیت لوگوں کا آنا ہمیشہ بہتر ہے۔"

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۹۴ - ۳۹۵)

"ہنوز لوگ ہمارے اغراض سے واقف نہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں کہ وہ بن جائیں۔ وہ غرض جو ہم چاہتے ہیں اور جس کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے وہ پوری نہیں ہوسکتی جب تک لوگ یہاں بار بار نہ آئیں اور آنے سے ذرہ بھی نہ اکتائیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۵۵)

. . . . میں ہرگز نہیں چاہتا کہ حال کے بعض پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھلانے کیلئے اپنے مبائعین کو اکٹھا کروں بلکہ وہ علت غائی جس کے لئے میں حیلہ نکالتا ہوں اصلاح خلق اللہ ہے پھر اگر کوئی امر یا انتظام موجب اصلاح نہ ہو بلکہ موجب فساد ہو تو مخلوق میں سے میرے جیسا اس کا کوئی دشمن نہیں . . . . . "

(شہادت القرآن)

جلسہ سالانہ کے شرکاء کیلئے دُعائیں

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود

اے خدا اے ذو المجد والعطاء

ہر یک صاحب جو اس للّہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہم و غم دور فرما دے اور اُن کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور اُن کی مُرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اُٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر اُن کے بعد ان کا خلیفہ ہو اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۳۴۲)

حضرت حکیم مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل نوراللہ مرقدہٗ

ادعونی استجب لکم یہ ایک ہتھیار ہے اور وہ بڑا کارگر ہے لیکن کبھی اس کا چلانے والا آدمی کمزور ہوتا ہے۔ اس لئے اس ہتھیار سے منکر ہو جاتا ہے وہ ہتھیار دُعا کا ہے جس کو تمام دُنیا نے چھوڑ دیا ہے۔ مسلمانوں میں ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اس کو تیز کریں اور اس سے کام لیں۔ جہاں تک ان سے ہو سکتا ہے دُعائیں مانگیں اور نہ تھکیں۔ میں ایسا بیمار ہوں کہ دم بھی نہیں ہو سکتا کہ میری زندگی کتنی ہے اس لئے میری یہ آخری وصیت ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ دُعا کا ہتھیار تیز کرو۔ تمہاری جماعت میں تفرقہ نہ ہو کیونکہ جب کسی جماعت میں تفرقہ ہوتا ہے تو اس پر عذاب آجاتا ہے جب کہ قرآن شریف میں فرمایا فلما نسوا ما ذکروا بہ اغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ۔

اب تک تم اس دُکھ سے بچے ہوئے ہو۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور نعمت کے بغیر دُعا بھی مفید نہیں ہوتی۔ اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ بہت دُعائیں کرو۔ پھر کہتا ہوں کہ بہت دُعائیں کرو۔ تا کہ جماعت تفرقہ سے محفوظ رہے۔

حرفِ دُعا میں اقتباس

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ

اے خدا تو ہم کو سچا بنا۔ تو ہمیں جھوٹ سے بچا۔ تو ہمیں بزدلی سے بچا۔ تو ہمیں غفلت سے بچا۔ تو ہمیں نافرمانی سے بچا۔ اے خدا ہمیں اپنے فضل سے قرآن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو۔ ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو اور ہمارے بچوں کو اور ہمارے بوڑھوں کو سب کو یہ توفیق دے کہ وہ تیرے کامل متبع بنیں۔ اور ان تمام لغزشوں اور گناہوں سے محفوظ رہیں۔ جو انسان کا قدم صراطِ مستقیم سے منحرف کر دیتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمارے دلوں میں اپنی محبت پیدا فرما۔ اے ہمارے رب اپنی تعلیم اپنی سیاست اپنے اقتصاد، اپنی معاشرت اور اپنے مذہب کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال۔ اُن کی عظمت ہمارے اندر پیدا کر۔ یہاں تک کہ ہمارے دلوں میں اُس تعلیم سے زیادہ اور کوئی پیاری تعلیم نہ ہو جو تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں دی۔ اے خدا جو تیری طرف منسوب ہو اور تیرا پیارا ہو وہ ہمارا پیارا ہو۔ اور جو تجھ سے دُور ہو اس سے ہم دور ہوں۔ لیکن سب دُنیا کی ہمدردی اور اصلاح کا خیال ہمارے دلوں پر غالب ہو۔ اور ہم اس انقلاب عظیم کے پیدا کرنے میں کامیاب ہوں جو تُو نے اپنے مسیح موعود کے ذریعہ سے قائم کرنے کا ارادہ ظاہر کر چکا ہے۔ آمین اللّٰھم آمین

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث

خدا کرے کہ توحیدِ خالص کے قیام کا تم نمونہ بنو

میرا رب تمہارے ایمانوں میں پختگی اور صدق اور وفا پیدا کرے۔ خدا کی راہ میں تمہارے اعمال اخلاص وارادت سے پُر اور فساد سے خالی ہوں اللہ کرے وہ سب راہیں جن کو تم اختیار کرو فلاح اور کامیابی تک پہنچانے والی ہوں۔ میرے رب کی جنتوں میں تمہارا ابدی قیام ہو اور اس کی تسبیح اور حمد کے درمیان تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلَامٌ تم ایک دوسرے کے لئے سلامتی چاہنے والے اور اپنے رب سے سلامتی پانے والے ہو۔ میرا رب تمہیں حسنِ عمل اور نیکو کاری کی راہ پر چلنے کی ہمیشہ توفیق دیتا چلا جائے۔ یہ دُنیا بھی تمہارے لئے جنت بن جائے۔ جہاں شیطان کا عمل دخل نہ ہو اور جب کوچ کا وقت آئے تو فرشتے یہ کہتے ہوئے اس کی ابدی جنتوں کی طرف نہیں

لے جائیں سَلامٌ عَلَیْکُمْ اللہ کی سلامتی ہو تم پر اس کی رحمت کے سایہ میں اس کے فضل کے تازہ بتازہ پھل تمہیں ملتے رہیں ۔

خدا کی حمد میں مشغول رہنا اور اس کا شکر بجالانا تمہاری عادت بن جائے تم حقیقی معنی میں خدا کی جماعت بن جاؤ ۔ میرے رب کی ایک برگزیدہ اور چنیدہ جماعت ۔ تم پر ہمیشہ میرے رب کی سلامتی نازل ہوتی رہے ۔ خدا کرے کہ تمہارے سب اندھیرے تمہارے پیچھے رہ جائیں ۔ اللہ کے نور سے تم منور رہو ۔ تمہارا نور تمہارے آگے آگے چلے عبودیت کا نور" نور السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " کے ساتھ جا ملے اور قرب کا کمال تمہیں حاصل ہو ۔ اللہ کی رحمتیں ہمیشہ تم پر برستی رہیں ۔ اس کے فرشتوں کی دعائیں تمہارے ساتھ ہوں سلامتی کے تحفہ کے تم حقدار ٹھہرو ۔ خدا کرے کہ ذکرِ الٰہی میں تم ہمیشہ مشغول رہو اور ذکرِ الٰہی کے اس سرچشمہ سے ابدی مسرتوں کے چشمے تمہارے لئے پھوٹیں اور بہہ نکلیں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمیشہ تم پر سایہ فگن رہے تمہاری پاسبانی کرتی رہے اور اس کے لطف و کرم کی چاندنی تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے چہرے کھڑوں پر نور افشانی کرتی رہے ۔ تمہارے اعمال اُسی کے فضل سے بہتر پھل لائیں تمہارے دل اور تمہارے سینے ہمیشہ نیک تمناؤں اور نیک خواہشات ہی کا گہوارہ رہیں ۔ جو چاہو تم پاؤ ۔ اور ربِ رحیم کی طرف سے سلامتی کا تحفہ تمہیں ہر آن ملتا رہے ۔ اللہ کا وعدہ تمہارے حق میں پورا ہو ۔ اس کی محبت کے تم وارث بنو ۔ اور تمہارا وجود دنیا پر یہ ثابت کر دے کہ اس کی راہ میں عمل اور مجاہدہ کرنے والوں ایثار اور قربانی دکھانے والوں کو بہترین انعام ملتا ہے اللہ کی محبت کے وہ وارث ہوتے ہیں ۔ خدا کرے کہ اس کے قرب کی راہیں تم پر کھولی جائیں اور اُن راہوں پر گامزن رہنا تمہارے لئے آسان ہو جائے اور اللہ کرے کہ یہ راہیں تمہیں اس کی نعمت اور اس کے فضل کی جنتوں تک پہنچا دیں ۔ آرام اور آسائش کی زندگی جہاں تم پر ہمیشہ سلامتی ہوتی رہے ۔

میرا رب تمہیں نیکی پر قائم رہنے کی توفیق دیتا چلا جائے تا دنیوی جنت میں تم اُن گھروں کے مکین بنے رہو جو ذکرِ الٰہی سے معمور اور شیطانی وساوس سے بلند و بالا ہیں اور تا اُس اُخروی جنت میں بھی بالا خانوں میں تمہارا قیام ہو جہاں فرشتوں کی دعائیں اور تمہارے خالق اور تمہارے رب کی طرف سے سلامتی کا پیغام ہر لحظہ تمہیں ملتا رہے ۔ قرآنی انوار سے تمہارے سینہ و دل ہمیشہ منور رہیں اور خدا کرے کہ یہ نور اُن راہوں کی نشان دہی کرتا رہے جو دارالسلام تک پہنچاتی ہیں تمہارے راستے کی سب تاریکیاں دور ہو جائیں ۔ رضوانِ الٰہی کی اتباع اس صراطِ مستقیم کو تمہارے لئے روشن رکھے جو سیدھی اس کی جنت، اس کی رضا تک پہنچاتی ہے

خدا کرے کہ میرے خدا کے روشن نشان تمہارے سینہ و دل میں محبتِ الٰہی کا ایک سمندر موجزن رکھیں ۔ میرا رب تمہیں نیک اعمال ، ہر شر اور فساد اور ریا سے پاک اعمال بجالانے کی توفیق عطا کرتا رہے ۔ میرا اللہ خود تمہارا دوست اور ولی بن جائے ۔ اُس کے قرب میں سلامتی کے گھر میں تمہارا ٹھکانا ہو ۔

خدا کرے کہ تمہارا وجود دُنیا کے لئے ایک مفید وجود ہو جائے ایک دنیا کی دعائیں تمہیں ملتی رہیں سب ہی تمہیں جانیں اور پہچانیں اور سب ہی تمہاری سلامتی چاہیں ۔ میرے اللہ کی موہبتِ خاصہ تمہیں جلد تر منزلِ مقصود تک پہنچا دے ۔ توکل اور فرمانبرداری کے مقام پر ثباتِ قدم تمہیں حاصل ہو ۔ لقاءِ الٰہی کی جنت کے تم وارث بنو ۔

خدا کرے کہ توحید خالص کے قیام کا تم نمونہ بنو ۔ خدا کرے کہ عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تم ہمیشہ مسرور اور مست رہو ۔ خدا کرے کہ نورِ محمدی کی شمع تمہارے ہاتھ سے ہر دل میں فروزاں ہو ۔ خدا کرے کہ مسیح محمدیؐ . . . کی سب دعاؤں کے تم وارث بنو ۔

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اب میں آخر پر آپ کو دُعا کی تحریک کرتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان اور فضل اور کرم ہے کہ نہایت ہی پیارے ماحول میں ہر قسم کے فتنہ و فساد سے بچاتے ہوئے ہماری حفاظت فرماتے ہوئے ہمیں اپنی رضا کی خاطر یہاں اکٹھے ہونے کی توفیق عطا فرمائی ۔ دُنیا کے کونے کونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق یہاں اکٹھے ہوئے ۔ لوگ دلیل مانگتے ہیں احمدیت کی صداقت کی میں اس کے جواب میں حضرت مصلح موعود کا یہ شعر پڑھ دیتا ہوں کہ

ہوتی نہ اگر روشن وہ شمع رُخِ انور
کیوں جمع یہاں ہوتے سب دُنیا کے پروانے

پس آج سب دُنیا کے پروانے محمد مصطفیٰ پر درود بھیجنے کے لئے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں ۔ آج سب دُنیا سے پروانے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع پر اپنی جانیں فدا کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں آج سب دُنیا کے پروانے اللہ تعالیٰ کے عشق کے گیت گانے کے لئے یہاں اکٹھے ہیں ۔ یہ پروانے جب واپس لوٹیں گے تب بھی یہ گیت گاتے ہوئے واپس جائیں گے ان کا تو اُٹھنا و بیٹھنا اللہ اور رسولؐ کی محبت بن چکا ہے ۔ اب بھی دُعائیں کرتے ہیں واپسی پہ بھی دُعائیں کریں گے پھر آئیں گے تو دُعائیں کرتے ہوئے آئیں گے اپنوں کے لئے بھی اور غیروں کے لئے بھی

سب کا نام لے کر بیان کرنا تو اس وقت مشکل ہے ان سب کے لئے آپ دُعائیں کریں اللہ ان سب کے ناموں سے واقف ہے اس کی ان کے دلوں پر نظر ہے وہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب جو یہاں موجود نہیں ہمیں بھی اللہ تعالیٰ خیر و عافیت کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا کرے اور خیر و عافیت اور محبت کے ساتھ ہی پھر ملائے پھر جدا ہوں اور پھر ملاتا رہے خدا تعالیٰ یہ وہ وصل و وداع ہے جو خدا کی خاطر ہے جہاں وصل بھی پیارا ہے اور وداع بھی پیارا ہے ۔

اور غالب کا وہ شعر مجھے یاد آ رہا ہے جس میں وہ کہتا ہے

ے وداع و وصل جداگانہ لذتی دارد
ہزار بار برو صد ہزار بار بیا

خلاصہ خطبہ جمعہ

مہمان اپنا ہو یا پرایا سب مہمانوں کی خدمت لازم ہے

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

لندن 19 جولائی 1996ء مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ الذاریات کی آیات 25 تا 28 کی تلاوت فرمائی اور پھر برطانیہ کے جلسہ سالانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ سالانہ جلسہ ہے جو ایک عالمی نوعیت اختیار کر چکا ہے۔ اس کثرت سے دور دراز سے مشرق و مغرب، شمال و جنوب سے کسی اور جلسہ میں لوگ اکٹھے نہیں ہوتے جتنے اس جلسہ میں ہوتے ہیں۔ اور جب یہ جلسہ آتا ہے تو پھر اس طرح گزر جاتا ہے جیسے پلک جھپکتے میں گزر گیا۔

حضور نے فرمایا یہ وصل کی کیفیت کے حال ہیں۔ یہی وہ کیفیت ہے جو بعض ازلی صداقتوں کی طرف انسان کو مائل کرتی ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ کے آغاز میں تلاوت فرمودہ آیات قرآنیہ کے حوالہ سے مہمان کی عظمت اور تکریم کے مضمون پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ مہمان اپنی اجنبیت میں بھی معزز ہے اور مہمان اپنا ہو یا پرایا سب مہمانوں کی خدمت لازم ہے۔ اور اللہ کے مہمانوں کا حق باقی مہمانوں سے زیادہ ادا ہونا چاہئیے۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اور آپ کی پاکیزہ زندگی کے بعض واقعات کے حوالہ سے مہمان نوازی کے تقاضوں کو اجاگر فرمایا اور بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ مہمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ حضور ایدہ اللہ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی مہمان نوازی کے بھی بعض واقعات کا نہایت پیارا ذکر فرمایا اور بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے اپنے پاک نمونہ کے ذریعہ صحابہؓ میں مہمان نوازی کا ایسا جذبہ سرایت کر دیا تھا کہ آسمان سے خداتعالیٰ اس مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی خبر دے رہا تھا۔

حضور ایدہ اللہ نے مہمانوں کو بھی نصیحت فرمائی کہ بعض اوقات بعض مہمان ضرورت سے زیادہ اور سنت کی اجازت سے زیادہ میزبان پر بوجھ ڈالتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں میزبانوں کو نصیحت فرمائی وہاں مہمانوں کو بھی نصیحت فرمائی مثلاً یہ کہ مہمانی تین دن تک ہے۔ اس سے زیادہ اگر قیام ہے تو وہ آپس کے تعلقات کے رشتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اس جلسہ میں خدا کے فضل سے پہلے سے بھی بڑھ کر غیر معمولی فضلوں کو نازل ہوتا دیکھیں گے۔ ان فضلوں کے دیدار کی جو توفیق خدا نے عطا فرمائی ہے اس کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔ یہ دن ذکر الٰہی میں گزاریں اور اللہ کے فضلوں اور احسانات پر شکر کرتے ہوئے دن کاٹیں۔ ہمارا فرض ہے کہ جس حد تک ممکن ہے خدا کے فضلوں پر نظر کریں اور اس کے احسانات کا بدلہ اتارنے کا احساس اور شعور پیدا کرنے کا ایک طریق یہ ہے کہ مما رزقنھم ینفقون ○ کے تابع دین کے لئے زیادہ سے زیادہ اپنا وقت بھی خرچ کریں اور اس کی عطا کردہ تمام چیزوں سے اس کی راہ میں خرچ کریں جو نئے لوگ جماعت میں شامل ہو رہے ہیں ان کی تربیت کے لئے بھی زیادہ وقت دیں اور اپنی تربیت بھی کریں۔ جو اجنبی آ رہے ہیں انہیں زیادہ دیر اجنبی نہ رہنے دیں۔ انہیں تیزی سے اپنے اندر لائیں تاکہ وہ جلد جلد مہمان نوازوں میں تبدیل ہونے لگیں۔ اگر ایسا نہ کیا تو بڑھتے ہوئے تقاضوں کو آپ پورا نہیں کر سکیں گے۔

حضور نے فرمایا کہ اب موسم بدل گیا ہے۔ کایا پلٹ گئی ہے۔ دن ایسے آگئے ہیں کہ پھل پک رہے ہیں۔ یہ پھل خدا پکا رہا ہے۔ ہمیں کوششوں کی توفیق بھی خدا نے بخشی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب پھل پکنے کے وقت آئے ہیں تو اب انہیں سنبھالنے کی فکر لگی ہے۔ اس کے لئے بھی آپ کو تیاری کرنی ہوگی۔

حضور نے فرمایا کہ ہر ایک پر عزت کی نگاہ ڈالیں۔ ہر ایک سے محبت سے پیش آئیں۔ اس بڑھتے ہوئے تعلق کے نتیجہ میں ایک اور تقاضا ہے جو خودبخود پیدا ہوگا کہ خدا کے فضلوں کے نتیجہ میں دشمن کا حسد بھی بہت بڑھ رہا ہے۔ اس کے حسد کے شر سے بچنے کے لئے احتیاطی تدبیر کے متعلق خداتعالیٰ نے دعائیں بھی سکھا دی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے بڑھ کر احتیاط کی نظر کوئی نہیں رکھتا تھا۔ آپ نے ناحق بدظنیاں تو نہیں کرنی۔ مگر احتیاط کے وہ سارے تقاضے پورے کرنے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے ہمیں سکھائے۔

حضور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ سب تقاضے پورے کرنے کی توفیق بخشے مہمان بھی ہم سے خوش رہیں اور ہم بھی ان سے خوش رہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل لندن، 9 اگست 1996ء)

روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی

ایک دفعہ حضور لدھیانہ میں تھے کہ میں حاضر خدمت ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ آپ کی جماعت ساٹھ روپے ایک اشتہار کے صرف کے لئے جس کی اشاعت کی ضرورت تھی برداشت کرے گی۔ میں نے اثبات میں جواب دیا اور کپور تھلہ واپس آکر اپنی اہلیہ کی سونے کی تلڑی فروخت کر دی۔ اور احباب جماعت میں سے کسی سے ذکر نہ کیا۔ اور ساٹھ روپے لے کر میں اڑ گیا (والد صاحب کے یہی الفاظ ہیں۔ محمد احمد) اور لدھیانہ جا کر پیش خدمت کئے۔ چند روز بعد منشی اروڑا صاحب بھی لدھیانہ آگئے۔ میں وہیں تھا۔ ان سے حضور نے ذکر فرمایا کہ آپ کی جماعت نے بڑے اچھے موقعہ پر امداد کی منشی اروڑا صاحب نے عرض کی جماعت کو یا مجھے تو پتہ بھی نہیں۔ اس وقت منشی صاحب مرحوم کو معلوم ہوا کہ میں اپنی طرف سے آپ ہی روپیہ دے آیا ہوں اور وہ مجھ پر بہت ناراض ہوئے۔ اور حضور سے عرض کیا اس نے ہمارے ساتھ بہت دشمنی کی۔ جو ہم کو نہ بتایا۔ حضور نے منشی اروڑا صاحب کو فرمایا۔ منشی صاحب خدمت کرنے کے بہت سے موقعے آئیں گے۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ منشی صاحب اس کے بعد عرصہ تک مجھ سے ناراض رہے۔

(یہ روایت سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۹۷ پر درج ہوئی ہے)

ایک شخص نے ایک کتاب لکھی۔ میں نے حضرت صاحب کے حضور وہ کتاب پیش کی۔ حضور نے ہاتھ سے وہ کتاب پرے کر دی اور فرمایا کہ جب مسلمانوں کے سینکڑوں بچے عیسائی ہو گئے۔ اس وقت یہ کتاب نہ لکھی۔ اب جو مصنف کا اپنا لڑکا عیسائی ہو گیا تو یہ کتاب لکھی۔ اس میں برکت نہیں ہو سکتی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور مغرب کے بعد مسجد مبارک کی دوسری چھت پر معہ چند احباب کھانا کھانے کے لئے تشریف فرما تھے۔ ایک احمدی میاں نظام الدین ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور ان کے کپڑے بھی دریدہ تھے۔ حضور سے ۴ر۵ آدمیوں کے فاصلہ پر بیٹھے تھے۔ اتنے میں کئی دیگر اشخاص خصوصاً وہ لوگ جو بعد میں لاہوری کہلائے آتے گئے اور حضور کے قریب بیٹھتے گئے۔ جس کی وجہ سے میاں نظام الدین صاحب کو پرے ہٹنا پڑتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ جوتیوں کی جگہ تک پہنچ گیا۔ اتنے میں کھانا آیا۔ تو حضور نے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اٹھالیں اور میاں نظام الدین کو مخاطب کر کے فرمایا آؤ میاں نظام الدین صاحب ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں۔ اور یہ فرما کر خانہ خدا کے صحن کے ساتھ جو کوٹھڑی ہے اس میں تشریف لے گئے اور حضور نے اور میاں نظام الدین نے کوٹھڑی کے اندر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا اور کوئی اندر نہیں گیا۔ جو لوگ قریب آکر بیٹھتے گئے تھے ان کے چہروں پر شرمندگی ظاہر تھی۔ (الحکم مورخہ ۷۔ اپریل ۱۹۳۴ء میں حضرت منشی صاحب کی روایت میں یہ عبارت زائد ہے کہ :۔ "حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنے احباب کی دل شکنی کو پسند نہ فرماتے تھے اور نہایت بے تکلفی اور سادگی سے ایسے اعمال آپ سے سرزد ہوتے تھے۔")

ایک دفعہ دو شخص منی پور آسام سے قادیان آئے اور مہمان خانہ میں آکر انہوں نے خادمان مہمان خانہ سے کہا کہ ہمارے بستر اتارے جائیں اور سامان لایا جائے۔ چارپائی بچھائی جائے۔ خادموں نے کہا آپ خود اپنا اسباب اتروائیں۔ چارپائیاں بھی مل جائیں گی۔ دونوں مہمان اس بات پر رنجیدہ ہو گئے اور فوراً یکہ میں سوار ہو کر واپس روانہ ہو گئے۔ میں نے مولوی عبدالکریم صاحب سے یہ ذکر کیا تو مولوی صاحب فرمانے لگے جانے بھی دو ایسے جلد بازوں کو۔ حضور کو اس واقعہ کا علم ہوا تو نہایت جلدی سے ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا۔ حضور ان کے پیچھے نہایت تیز قدم چل پڑے چند خدام بھی ہمراہ تھے میں بھی ساتھ تھا۔ نہر کے قریب پہنچ کر ان کا یکہ مل گیا اور حضور کو آتا دیکھ کر وہ یکہ سے اتر پڑے اور حضور نے انہیں واپس چلنے کے لئے فرمایا کہ آپ کے واپس ہونے کا مجھے بہت درد پہنچا۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے۔ حضور نے یکہ پر سوار ہونے کے لئے انہیں فرمایا۔ اور کہ میں ساتھ ساتھ چلتا ہوں مگر وہ شرمندہ تھے اور وہ سوار نہ ہوئے۔ اس کے بعد مہمان خانہ میں پہنچے حضور نے خود ان کے بستر اتارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر خدام نے اتار لیا۔ حضور نے اسی وقت دو انواری پلنگ منگوائے اور ان پر ان کے بستر کرائے۔ اور ان سے پوچھا کہ آپ کیا کھائیں گے۔ اور خود ہی فرمایا کیونکہ اس طرف چاول کھائے جاتے ہیں۔ اور رات کو دودھ کے لئے پوچھا۔ غرضیکہ ان کی تمام ضروریات اپنے سامنے مہیا فرمائیں اور جب تک کھانا آیا وہیں ٹھہرے رہے اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ ایک شخص جو اتنی دور سے آتا ہے۔ راستہ کی تکالیف اور صعوبتیں برداشت کرتا ہے۔ یہاں پہنچ کر سمجھتا ہے کہ اب میں منزل پر پہنچ گیا۔ اگر یہاں آکر بھی اس کو وہی تکلیف ہو تو یقیناً اس کی دل شکنی ہو گی۔ ہمارے دوستوں کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد جب تک وہ مہمان ٹھہرے رہے حضور کا یہ معمول تھا کہ روزانہ ایک گھنٹہ کے قریب ان کے پاس آکر بیٹھتے اور تقریر وغیرہ فرماتے۔ جب وہ واپس ہوئے تو صبح کا وقت تھا۔ حضور نے دو گلاس دودھ کے منگوائے اور انہیں فرمایا یہ پی لیجئے۔ اور نہر تک انہیں چھوڑنے کے لئے ساتھ گئے۔ راستہ میں گھڑی گھڑی ان سے فرماتے رہے کہ آپ تو مسافر ہیں آپ یکہ میں سوار ہو لیں۔ مگر وہ سوار نہ ہوئے۔ نہر پر پہنچ کر انہیں سوار کرا کر حضور واپس تشریف لائے۔ (یہ روایت الحکم مورخہ ۲۱۔ اپریل ۳۴ء میں درج ہے۔)

ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر بہت سے آدمی آئے تھے جن کے پاس کوئی پارچہ سرمائی نہ تھا۔ ایک شخص نبی بخش نمبردار ساکن بٹالہ نے اندر سے لحاف بچھونے منگوانے شروع کئے اور مہمانوں کو دیتا رہا۔ میں عشاء کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بغلوں میں ہاتھ دیئے بیٹھے تھے۔ اور ایک صاحبزادہ جو غالباً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تھے پاس لیٹے تھے۔ اور ایک شتری چوغہ انہیں اوڑھا رکھا تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ نے بھی اپنا لحاف بچھونا طلب کرنے پر مہمانوں کے لئے بھیج دیا۔ میں نے عرض کی کہ حضور کے پاس کوئی پارچہ نہیں رہا۔ اور سردی بہت ہے۔ فرمانے لگے کہ مہمانوں کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔ اور ہمارا کیا ہے رات گذر جائے گی۔ نیچے آکر میں نے نبی بخش نمبردار کو بہت برا بھلا کہا کہ تم حضرت صاحب کا لحاف بچھونا بھی لے آئے۔ وہ شرمندہ ہوا۔ اور کہنے لگا کہ جس کو دے چکا ہوں اس سے کس طرح واپس لوں۔ پھر میں مفتی فضل الرحمٰن صاحب یا کسی اور سے ٹھیک یاد نہیں رہا۔ لحاف بچھونا مانگ کر اوپر لے گیا۔ آپ نے فرمایا کسی اور کو دے دو۔ مجھے تو اکثر نیند بھی نہیں آیا کرتی۔ اور میرے اصرار پر بھی آپ نے نہ لیا۔ اور فرمایا کسی مہمان کو دے دو۔ پھر میں لے آیا۔

ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خرچ نہ رہا۔ ان دنوں جلسہ سالانہ کے لئے چندہ ہو کر نہیں جاتا تھا۔ حضور اپنے پاس سے ہی صرف فرماتے تھے۔ میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے آکر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لئے کوئی سامان نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کر لیں۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لے آئے اور مہمانوں کے لئے سامان بہم پہنچا دیا۔ دو دن کے بعد پھر میر صاحب نے رات کے وقت میری موجودگی میں کہا کہ کل کے لئے پھر کچھ نہیں۔ فرمایا کہ ہم نے برعائت ظاہری اسباب کے انتظام کر دیا تھا۔ اب ہمیں ضرورت نہیں جس کے مہمان ہیں وہ خود کرے گا۔ اگلے دن آٹھ یا نو بجے جب چٹھی رسان آیا۔ تو حضور نے میر صاحب کو اور مجھے بلایا۔ چٹھی رسان کے ہاتھ میں دس پندرہ کے قریب منی آرڈر ہوں گے۔ جو مختلف جگہوں سے آئے ہوئے تھے سو سو پچاس پچاس روپے کے اور ان پر لکھا تھا کہ ہم حاضری سے معذور ہیں۔ مہمانوں کے صرف کے لئے یہ روپے بھیجے جاتے ہیں۔ آپ نے وصولی فرما کر توکل پر تقریر فرمائی۔ اور بھی چند آدمی تھے۔ جہاں آپ کی نشست تھی وہاں کا یہ ذکر ہے۔ فرمایا کہ جیسا ایک دنیا دار کو اپنے صندوق میں رکھے ہوئے روپوں پر بھروسہ ہوتا ہے کہ جب چاہوں گا لے لوں گا۔ اس سے زیادہ ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ پر پورا توکل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر یقین ہوتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے فوراً خدا تعالیٰ بھیج دیتا ہے۔

کروں کیونکر ادا میں شکرِ باری

(از سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام)

بہار آئی ہے اس وقتِ خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

ملاحت ہے عجب اس دلستاں میں
ہوئے بدنام ہم اس سے جہاں میں

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

ہوا مجھ پہ وہ ظاہر میرا ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے
کہ تو نے کام سب میرے سنوارے

ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے
چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے

گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے
ہمارے کر دیئے اونچے منارے

مقابل میں مرے یہ لوگ ہارے
کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے

شریروں پر پڑے اُن کے شرارے
نہ اُن سے رُک سکے مقصد ہمارے

انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

خدا کی محبّت کا سُورج

قوم کے لوگو اِدھر آؤ کہ نکلا آفتاب ‏ ‏ وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ اپنے معرکہ آرا خطاب ”احمدیّت یعنی حقیقی اسلام“ میں تمام اقوامِ عالم کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں :-

”مَیں اپنے خطاب کو کسی خاص قوم تک محدود نہیں رکھتا نہ کسی خاص مُلک تک بلکہ مَیں سب دُنیا کے لوگوں کو اُس خدا کے پیغام کی طرف بُلاتا ہوں جس نے اپنی تقسیم میں کسی قوم سے بخل نہیں کیا جس نے اپنی رحمت کے دروازے ہر ایک مُلک کے لوگوں کے لئے یکساں طور پر کھلے رکھے ہیں ۔ اور کہتا ہوں کہ اے امریکہ اور یورپ کے لوگو! اے آسٹریلیا اور افریقہ کے لوگو! اے ایشیا کے باشندو! خوابِ غفلت کو ترک کرو اور آنکھیں کھولو۔ خدا کی محبت کا سورج قادیان کی گمنام سرزمین سے چڑھا ہے ۔ تا ہر ایک کو اس ازلی بادشاہ کے پیار کی یاد دلائے جو اُسے اپنے بندوں سے ہے ۔ تا شکوک و شبہات کی تاریکیاں مٹ جاویں ۔ تا غفلت اور بے پرواہی کی سردیاں دُور ہو جائیں ۔ تا فسق اور فجور اور ظلم اور خونریزی اور فساد اور ہر قسم کی بدیوں کے راہزن جو انسان کے متاعِ ایمان اور دولت ان کو ہر وقت لُوٹنے کی فکر میں رہتے تھے بھاگ جاویں اور تاریک غاروں میں جا چھُپیں جو اُن کی اصلی جگہ ہے ۔ تا پاک دل اور پاک نفوس بندے جو دُنیا میں بمنزلہ فرشتوں کے ہیں اس کی روشنی کی مدد سے اس سانپ کا سر کچلیں جس نے حوّا اور آدم کی ایڑی کو ڈسا تھا اور شیطان کی زہریلی کچلیوں کو توڑیں اور اُس کے شر سے دُنیا کو ہمیشہ کے لئے بچا لیں ۔“

(احمدیّت یعنی حقیقی اسلام صہ۲۷)

اپنی اولادوں کو ہمیشہ خطبات سے جوڑ دیں

ساری جماعت ایک مرکز کے گرد اس طرح اکٹھی ہو جائے جس طرح شہد کی مکھیاں شہد کی ملکہ کے گرد اکٹھی ہو جاتی ہیں

امام جماعت کے خطبات کی اہمیت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ارشادات

"آپ سے میں توقع رکھتا ہوں کہ آپ اپنی نئی نسلوں کو خطبات باقاعدہ سنوایا کریں یا پڑھایا کریں یا سمجھایا کریں کیونکہ (امام جماعت) کے یہ خطبات جو اس دور میں دیئے جا رہے ہیں یہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والی نئی ایجادات کے سہارے بیک وقت ساری دنیا میں پھیل رہے ہیں اور ساری دنیا کی جماعتیں ان کو براہ راست سنتی اور فائدہ اٹھاتی اور ایک قوم بن رہی ہیں اور امت واحدہ بنانے کے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ اس لئے خواہ وہ فجی کے احمدی ہوں یا سرینام کے احمدی ہوں۔ ماریشس کے ہوں یا چین جاپان کے ہوں۔ روس کے ہوں یا امریکہ کے 'سب اگر (امام جماعت) کی نصیحتوں کو براہ راست سنیں گے تو سب کی تربیت ایک رنگ میں ہوگی۔ وہ سارے ایک قوم بن جائیں گے خواہ ظاہری طور پر ان کی قوموں کا فرق ہی کیوں نہ ہو۔ ان کے رنگ چہروں کے لحاظ سے جلدوں کے لحاظ سے الگ الگ ہوں گے مگر دل کا ایک ہی رنگ ہوگا۔ ان کے حلیہ اپنے ناک نقشے کے لحاظ سے تو الگ الگ ہوں گے لیکن روح کا حلیہ ایک ہی ہوگا۔ وہ ایسے روحانی وجود بنیں گے جو خدا کی نگاہ میں مقبول ٹھہریں گے کیونکہ وہ (کلام الٰہی) کی روشنی میں تربیت پا رہے ہوں گے (کلام الٰہی) کے نور سے حصہ لے رہے ہوں گے۔

اپنی اولاد کو خطبات سنانے کا انتظام کریں اور انہی الفاظ میں سنائیں 'خلاصوں پر راضی نہ ہوں...... اپنی اولادوں کو ہمیشہ خطبات سے جوڑ دیں اگر آپ یہ کریں گے تو ان پر بہت بڑا احسان کریں گے۔ اپنی آئندہ نسلوں کے ایمان کی حفاظت کرنے والے ہوں گے ان کو غیروں کے حملے سے بچانے والے ہوں گے۔ ان کے اخلاق کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31۔ مئی 1991ء بمقام بیت الناصر پیرامار یبو سرینام)

"میں تمام دنیا کی جماعتوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ جن کمزوروں کے دل میں ایک اجنبیت کی خاطر ہی سہی تعجب کی وجہ سے ہی سہی ایک شوق تو پیدا ہوا ہے کہ وہ مجھے دیکھیں اور مجھے سنیں ٹیلی ویژن کے ذریعے سے۔ اگر وہ ایک دو دفعہ سن کر واپس چلے جائیں تو ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہمیں کوشش یہ کرنی چاہئے کہ جو آئے وہ مستقل آجائے۔ جو ہمارا ہو ہمارا ہو کر رہ جائے۔ آکر چلے جانے والوں سے ہمیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ دل میں بڑی تمنا یہ ہے کہ ساری جماعت ایک مرکز کے گرد اس طرح اکٹھی ہو جائے جس طرح شہد کی مکھیاں شہد کی ملکہ کے گرد اکٹھی ہوتی ہیں اور اپنی الگ زندگی کا تصور ہی نہیں کر سکتیں اور الگ زندگی میں وہ Survive نہیں کر سکتیں۔ یعنی ان کی بقاء کی کوئی ضمانت نہیں لازماً اکیلی اکیلی مکھی مرجایا کرتی ہے تو یہی روحانی جماعتوں کا حال ہوا کرتا ہے...... پس جو بکھرے بکھرے احمدی ہیں جو کناروں پر چلے گئے جن کا مرکز سے تعلق کمزور ہو گیا ہے اب بہت اچھا موقع ہے کہ ان کو جب وہ ایک دفعہ آجائیں تو انہیں اپنا لیا جائے ان سے محبت اور پیار کا سلوک کیا جائے آئندہ ان کو اگر وہ نہ آئیں تو ان کو بلانے کے لئے آدمی بھیجے جائیں اور کمزوروں کی تلاش کی جائے کہ جہاں جہاں کوئی کمزور رہ ہے وہاں اس تک پہنچ کر اسے یہ تحریک کی جائے کہ ایک دفعہ آجاؤ دیکھ تو لو اور پھر رفتہ رفتہ امید رکھتا ہوں کہ جو آجائے وہ آہی جاتا ہے خدا کے فضل سے۔ ہر جگہ سے خبریں مل رہی ہیں کہ جو ایک دفعہ آجائے پھر وہ نہیں چھوڑتا بار بار آتا ہے(۔) تو اس سلسلے کو اللہ کے فضل سے زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی کوشش کرتے چلے جائیں اور ہو گا تو سہی کیونکہ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ اللہ کی تقدیر ہے جس نے جماعت کو اس نئے دور میں داخل کیا ہے۔ اور اب یہ سلسلہ پھیلنا ہی پھیلنا ہے کوئی دنیا کی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ اس کو ہوا کے رخ پر چل کر اس کی مدد کریں تو مفت کا ثواب حاصل ہوگا۔"

(خطبہ جمعہ 8۔ جنوری 93ء مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ 12۔ جنوری 93ء)

خطبہ جمعہ

دعائیں کریں اور دعاؤں کے دامن میں، دعاؤں کے سہارے سے دعوت الی اللہ کے میدان میں آگے بڑھیں۔

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۵ اپریل ۱۹۹۶ء مطابق ۵ شہادت ۱۳۷۵ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم.
﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾ .

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۵﴾ (سورۃ الجاثیہ: ۲۴و۲۵)

یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے سورہ الجاثیہ کی چوبیسویں اور پچیسویں آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "افرء یت من اتخذ الٰھه ھواہ" کیا تو نے ایسے شخص کی حالت پر بھی غور کیا ہے جس نے خواہش نفس ہی کو اپنا معبود بنا لیا ہو، اپنے نفس کی خواہش کو "الٰھه" اپنا معبود بنا لیا ہو۔ "و اضله اللہ علیٰ علم" اور اللہ تعالیٰ نے اسے خاص علم کی بناء پر گمراہ ٹھہرایا ہو۔ اور ایک دوسرا ترجمہ جو اس پہلے مضمون سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے یا دونوں کو برابر بھی سمجھیں تو بیک وقت دونوں جائز بھی ہیں اور اس مضمون سے گہرا تعلق رکھنے والے تراجم ہیں وہ یہ ہے "علیٰ علم" اپنے علم کے باوجود اس کو اندھا کردیا ہو۔ یعنی ایسا شخص جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا لیا وہ علم کے باوجود اندھا ہوتا ہے۔ دیکھتے ہوئے دیکھ نہیں سکتا، سنتے ہوئے سن نہیں سکتا اور اس کے دل و دماغ کی حالت یہ ہے کہ ویسے وہ غور کرنے کی قابلیت تو رکھتے ہیں مگر الٰہی مضامین پر اور روحانی مضامین پر غور سے بالکل عاری ہوتے ہیں۔

فرمایا "اضله اللہ علیٰ علم و ختم علیٰ سمعه" اور اس کی شنوائی پر بھی مہر لگادی۔ "و قلبه" اور اس کے دل پر بھی "و علیٰ بصرہ غشوۃ" اور اس کی آنکھوں کے سامنے ایک پردہ ہے یا پردہ ڈال دیا۔ "فمن یھدیه من بعد اللہ" پس کون ہے جو اللہ کے بعد اس کو ہدایت دے۔ "افلا تذکرون" کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔ "و قالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیا" وہ لوگ جن کی تعریف کی گئی ہے یعنی جن کی صفت بیان فرمائی گئی ہے یہ وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں "حیاتنا الدنیا نموت و نحیا" ہماری زندگی تو بس یہی کچھ ہے جو ہمارے سامنے ہے جس میں سے ہم گزر رہے ہیں "نموت و نحیا" ہم یہیں مرتے اور یہیں جیتے ہیں۔ مرکر دوبارہ جینے کی بات نہیں کرتے۔ کہتے ہیں یہیں ہمارا مرنا یہیں ہمارا جینا ہے۔ یہی ہمارا مرنا، یہی ہمارا جینا ہے "و ما یھلکنا الا الدھر" کوئی خدا نہیں ہے جو ہمیں موت دے گا زمانہ موت دیتا ہے۔ گزرتا ہوا وقت ہے جس کے نتیجے میں بالآخر ہر ایک نے مرنا ہی ہے۔ "و ما لھم بذالک من علم" ان کو حقیقت میں اس بات کا علم نہیں ہے کہ موت کا نظام ہے کیا اور کیسے موت آتی ہے اور کس طرح کام کرتی ہے۔ "ان ھم الا یظنون" یہ محض اندازے لگا رہے ہیں۔ ان کے خیالات ہیں کہ ایسا ہوتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ موت کا فلسفہ بھی بہت گہرا فلسفہ ہے۔ اسے سمجھنا، اس کے عوامل پر غور کرنا، اس کے محرکات کو جانچنا اور علم رکھنا کہ موت کی راج دہانی کتنی وسیع ہے، کیسے کیسے کام کرتی ہے، کون سے قوانین اس راج دہانی میں جاری ہیں، ان کا ان کو کچھ علم نہیں ہے۔ صرف ایک اندازہ ہے کہ زمانے کے نتیجے میں مرور زمانہ سے لوگ مر ہی جایا کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں ہم بھی اسی طرح اس دنیا میں رہیں گے اور اسی دنیا میں مر جائیں گے اور گویا پھر دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے۔ یہ وہی مضمون ہے جو میں اس سے پہلے دوسری آیات کے حوالے سے شروع کرچکا ہوں اور ان کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے اور ایک دوسرے پر یہ مزید روشنی ڈالنے والی آیات ہیں۔

پہلی آیت جس کا حوالہ میں نے دیا تھا یا جس سے بات شروع کی تھی وہ تھی "والذین کفروا اعمالھم کسراب بقیعة" (سورۃ النور: ۴۰)۔ وہ لوگ جو کافر ہوں جو خدا کا انکار کردیں ان کے اعمال ایسے ہی ہیں جیسے ایک چٹیل میدان ہو اس میں دور کہیں پانی کا دھوکہ ہو جسے سراب کہتے ہیں اور زندگی بھر یہ لوگ اس پانی کی تلاش میں اس کے پیچھے سرگرداں دوڑے چلے جاتے ہیں اور بالآخر پیاس نہیں بجھتی۔ پس دنیا کی زندگی میں جو لوگ مگن ہیں جو کہتے ہیں یہی ہماری زندگی ہے ان کی یہی مثال ہے۔ عمر بھر وہ ایک ایسی پیاس کی طلب میں سرگرداں رہتے ہیں جس کی پیاس کبھی زندگی میں بجھ سکتی ہی نہیں۔ کوئی شخص بھی جو دنیا کی خواہشات کی پیروی کرنا اپنا مقصد بنالے اس کو کبھی عمر بھر وہ لمحے نصیب نہیں ہوتے کہ وہ کہے کہ ہاں میری تمنائیں پوری ہوگئیں، میری سب پیاس بجھ گئی۔ بلکہ جس قدر بجھتی ہے اس سے زیادہ بھڑک اٹھتی ہے۔ سمندر کا پانی پینے والی بات ہے یا پھر سراب کی پیروی ہے جیسا کہ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ جوں جوں پانی قریب آتا دکھائی دیتا ہے اور جوں جوں انسان اس کی پیروی کرتا ہے وہ اور بھی پیچھے ہٹتا چلا جاتا ہے اور اس مقام کو پھر کبھی انسان نہیں پہنچ سکتا جہاں اسے پانی میسر آجائے اور پیاس بجھ جائے ہاں اللہ تعالیٰ کا حساب کا نظام اسے پہلے آلیتا ہے اور موت ایسی حالت میں واقع ہوتی ہے کہ ابھی اس کی پیاس تو بجھی نہیں مگر جو کچھ بھی اس نے کیا اس کا حساب دینے کے لئے تقدیر الٰہی اسے وہاں موجود دکھائی دیتی ہے۔

یہ جو مثال تھی میں نے کہا تھا یہ نفس کے اندھیروں کی مثال ہے جو انسان کے نفس کے اندر سے پیدا ہوتے ہیں مگر دیکھنے میں نظر کام کرتی ہے، نظر کے لئے روشنی جو ضروری ہے وہ بھی بظاہر موجود ہوتی ہے اور سب کچھ ہونے کے باوجود پھر دکھائی نہیں دیتا۔ ورنہ سراب تو چمکتے ہوئے سورج کے ساتھ دکھائی دیتا ہے جب ایسی تیز روشنی ہو کہ نظریں چندھیا جایا کرتی ہیں۔ تو اسے اندھیرا قرار دینا یہ معنوی لحاظ سے اور آخری مقصد کے لحاظ سے ہے یعنی تیز روشنی ہے اور پھر بھی صحرا کو انسان پانی سمجھ رہا ہے، تپتی ہوئی ریت کو انسان پانی سمجھ رہا ہے اور روشنی ہوتے ہوئے بھی اندھا ہے۔

چنانچہ یہ جو میں نے ترجمہ کیا تھا اس آیت کا جو میں نے تلاوت کی ہے کہ "علیٰ علم" کا مطلب ہے علم کے باوجود، اپنے علم کے باوجود وہ نہیں دیکھ رہا۔ اس کا اس آیت سے قطعی طور پر ایک تعلق ہے جو کھلم کھلا دکھائی دینے لگا ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے شخص کی مثال ایسی ہی ہے جو "اضله اللہ علیٰ علم" کہ اسے اللہ نے گمراہ اس طرح کیا ہے کہ علم ہے بھی اور پھر بھی گمراہ ہے ورنہ صاحب علم کو تو گمراہ نہیں کہا جاتا۔ اور اس گمراہی کی جو تفصیل ہے وہ اسی آیت کے مضمون کو آگے بڑھا کر دکھا رہی ہے۔ اس آیت کی تشریح میں ایک اور آیت میں نے آپ کے سامنے رکھی تھی جس میں بتایا تھا کہ وہ اندھیرے جو نفس سے پیدا ہوتے ہیں، جو اس آیت میں مذکور ہیں "والذین کفروا اعمالھم کسراب" ان اندھیروں کی تین حصوں میں تقسیم کرکے خدا تعالیٰ نے ایک اور آیت میں اس مضمون کو ہم پر خوب کھول دیا ہے۔ وہ ہے ایک اندھیرا ہے لعب اور لہو کا۔ انسان کا دل بہلانا خواہ وہ معصوم کھیلوں کی وجہ سے ہو یا نفس کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے جنسی تعلقات وغیرہ قسم کی چیزیں اور جوا بازی، یہ تمام لہو کے اندر چیزیں آتی ہیں جس سے انسان اپنے نفس کی پیاس کسی ذریعے سے

دکھانے کی کوشش کرتا ہے، ایک بھڑکی سی لگی ہوتی ہے کہتا ہے میں کسی طرح اسے پورا کرلوں۔

لیکن دوسری قسم ہے "زینة و تفاخر"۔ اب لعب اور لہو والی جو قسم ہے اندھیرے کی اس کا زینت و تفاخر والی قسم سے کوئی براہ راست جوڑ نہیں ہے۔ یہ دو الگ الگ بیماریاں ہیں۔ کئی ایسے لوگ ہیں جو کھیل کود میں مصروف اور نفسانی خواہشات کو اپنا مقصد بنائے ہوئے ہوتے ہیں مگر ان کو زینت اور تفاخر کی ہوش نہیں ہوتی کیونکہ زینت اور تفاخر میں اپنے نفس کو ہمیشہ سجا کر رکھنا ہے۔ کوئی ضروری تو نہیں کہ ایک جوئے باز جس کی ھوئ ہی جوا ہو وہ ہمیشہ سج دھج کر رہے یا ایک ایسا شخص جو کھلاڑی ہو وہ ہمیشہ بہت خوبصورت بن کے رہے۔ کئی کھلاڑی ہیں ان کو اپنے جسم اپنے لباس کی ہوش ہی کوئی نہیں ہوتی مگر کھیل کے لئے وقف ہوتے ہیں تو دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ کچھ لوگ ہیں جن کو اپنے آپ کو ہمیشہ سجا کر رکھنا پیارا لگتا ہے وہ غریب بھی ہوں تو غریبانہ سجاوٹ کریں گے اس کے بغیر رہ نہیں سکتے۔ عورتوں میں سجاوٹ کا ایک طبعی مادہ ہے لیکن ہر عورت میں نہیں ہے۔ کئی ایسی ہیں جو سارا دن نہ گھر صاف کرتیں، نہ جسم صاف رکھتیں، نہ بال بنائیں اور خاوند واپس آتے ہیں تو عجیب حالت میں وہ گھر کو پاتے ہیں گھر والی بھی اسی طرح بے ہنگم اور گھر بھی اسی طرح بے ہنگم اور بال بھی بکھرے ہوئے۔ بعض ایسی عورتوں کو یہ بھی ہوش نہیں ہوتی کہ باہر نکلیں تو پھر بھی ٹھیک ہو جائیں لیکن تفاخر والا جو مضمون ہے وہ زیادہ اہم ہے۔

دعا اگر سنجیدگی سے ہو اور توکل کے ساتھ ہو تو غیرمعمولی طاقت رکھتی ہے کیونکہ پھر آپ کی تدبیر، تقدیر کے ساتھ آسمان سے اترتی ہے۔

زینت ہر انسان کی تمنا ہے۔ ہر مرد کی بھی اور عورت کی بھی لیکن ہر ایک میں نمایاں نہیں ہوتی۔ یہ آیت جو بیان فرما رہی ہے یہ ان لوگوں کا حال بیان فرما رہی ہے جو زینت کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ گھر میں رہیں یا باہر ہمیشہ ان کو سجنا دھجنا اچھا لگتا ہے۔ بعض بچوں میں فطری طور پر یہ بات پائی جاتی ہے۔ ایک ایسا بچہ تھا جسے بچپن سے ایسا شوق تھا صاف ستھرا رہنے کا کہ اگر اس کے جسم پر ایک معمولی سا چھینٹا بھی کسی چیز کا پڑ جائے مثلاً کھانا کھاتے ہوئے سالن کا تو بھاگ کر وہ اپنے کمرے میں چھپ جاتا تھا جب تک ماں اس کے کپڑے نہ بدلائے وہ روتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ میں گیا تو وہ لپک کر پیچھے چھپ گیا۔ میں حیران تھا کہ ہوا کیا اس کو۔ تو اس کی اماں نے بتایا کہ اس کے کپڑوں پر ایک چھوٹا سا داغ پڑا ہوا ہے اور اچانک آپ آگئے ہیں تو اس نے یہ سمجھ کر کہ اگر میں نے دیکھ لیا تو اس کا کیا بداثر مجھ پر پڑے گا تو شرم کے مارے وہ چھپ گیا ہے۔ اب اس میں بناوٹ کوئی نہیں تھی، تفاخر کوئی نہیں تھا لیکن زینت کی ایک لگن تھی جو طبعی طور پر دل میں موجود تھی۔ تو مختلف انسان مختلف حالتوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ بعضوں کو زینت کا شوق ہے بعضوں کو پرواہ ہی کوئی نہیں اکھڑے ھکھڑے حال میں رہتے ہیں، نہ لباس کی ہوش اور ویسے بڑے صاحب علم، صاحب وقار، صاحب مرتبہ بڑے بڑے سائنس دان ہیں، بڑے بڑے فلسفی ہیں جن کو اپنے لباس کی کوئی ہوش نہیں تو الگ الگ فطرت کے تقاضے ہیں اور قرآن کریم نے ان سب تقاضوں کو جوڑے جوڑے کرکے ہمارے سامنے رکھ دیا۔ مگر زینت سے اگلا قدم ہے تفاخر کا۔ اپنے نفس میں کوئی انسان اپنے آپ کو اچھا بنا کے رکھے یہ منع نہیں ہے بلکہ زینت کی تو خدا تعالیٰ تعریف فرماتا ہے اور ایسے لوگوں کا دفاع کرتے ہوئے فرماتا ہے "**قل من حرم زينة اللّٰه التى اخرج لعبادہ والطيبٰت من الرزق**" (سورۃ الاعراف : ۳۳)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تو کہہ دے کہ کون ہے جو اس زینت کو حرام قرار دیتا ہے "**التى اخرج لعبادہ**" وہ زینت جسے خدا نے اپنے بندوں کی خاطر بنایا ہے، اپنے خاص بندوں کے لئے جو اسی کے ہوتے ہیں "**والطيبٰت من الرزق**" اور کھانے پینے کی چیزوں میں سے جو اچھی چیزیں ہیں کون ہے جس نے ان کو حرام قرار دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو نیک بننے کی خاطر یا اپنے آپ کو نیک دکھانے کی خاطر برے لباس پہنتے ہیں، بے ہنگم لباس پہنتے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ تو بڑا ہی پہنچا ہوا اور درویش ہے، اس کو تو ہوش ہی کوئی نہیں کہ کپڑے کیسے ہوتے ہیں اور اچھا کھانا دیکھا تو منہ پھیر لیا کہ جی ہمیں نہیں ان کھانوں سے کوئی دلچسپی، گھر میں جاکے کھالیں گے لوگوں کے سامنے اچھا کھانا نہیں کھانا، یہ بھی تفاخر کی قسمیں ہیں۔

پس زینت کو غیر معمولی طور پر اختیار کرنا بھی ایک اندھیرا ہے اور زینت سے جہاں جائز ہو وہاں مونہہ پھیرنا بھی ایک اندھیرا ہے۔ "**من حرم زينة اللّٰه التى اخرج لعبادہ**" کون ہے جو یہ کہتا ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے جو زینت بنائی ہے وہ حرام ہے یا اچھے کھانے پیدا کئے ہیں تو نیک آدمی نہیں اس کو پسند کرتے۔ فرماتا ہے "**هى للذين امنوا فى الحيٰوة الدنيا**" صرف آخرت میں نہیں اس دنیا میں بھی یہ دونوں چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کی خاطر پیدا کی ہیں اور "**خالصةً يوم القيامة**" لیکن قیامت کے دن صرف انہی کے لئے ہوں گی۔ وہ لوگ جو دنیا کی زینتوں میں، دنیا کے اعلیٰ کھانوں میں ان کے ساتھ یہیں شریک ہیں ان کے لئے، خدا نے ان کی خاطر پیدا نہیں کیا مگر نیک بندوں کا صدقہ وہ بھی کھا رہے ہیں۔ بنایا اپنے بندوں کے لئے ہے مگر وہ جو رفتہ رفتہ شیطان کے بندے بھی بن جاتے ہیں وہ خوب فائدہ اٹھاتے ہیں ان سے بلکہ نیک بندوں سے زیادہ چھین کے لے جاتے ہیں۔ مگر فرمایا مرنے کے بعد ان کو کچھ نہیں ملے گا پھر۔ یہ چیزیں خالصتاً زینت اور اچھا طعام ان کے لئے ہوگا جو خدا کے حقیقی بندے ہیں۔ تو دیکھئے منع نہیں ہے زینت۔ اور خدا تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے اس بات کو کہ زینت کو حرام قرار دیا جائے مگر وہاں اس آیت میں ایک اندھیروں کی مثال کے طور پر زینت کو بھی پیش فرمایا "**و زينة و تفاخر بينكم**" وہ زینت جو مقصود بن جائے وہ گناہ ہے وہ زینت جو ایک دوسرے پر فخر کا موجب بنے یا ایک دوسرے پر فخر کی وجہ سے اختیار کی جائے وہ منع ہے۔

اور اگلا حصہ آیت کا ہے "**و تكاثر فى الاموال والاولاد**" مال میں اور اولاد میں بڑھنا اور تکاثر، ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنا۔ اب مال کی تمنا بھی اپنی ذات میں منع نہیں ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے "**يبتغون فضلاً من اللّٰه و رضواناً**" وہ اللہ کے فضل یعنی یہاں مال مراد ہے، دنیاوی رزق کے لئے اللہ کی طرف جھکتے ہیں اور اسی سے رضوان چاہتے ہیں۔ اولاد کی بھی خواہش منع نہیں کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورتوں سے شادی کرو جو خوب بچے پیدا کریں تاکہ میری امت بڑھے اور یہاں بھی مقصد تفاخر نہیں ہے۔ تکاثر ان معنوں میں نہیں کہ لوگوں کے بچے کم ہو جائیں اور مر جائیں اور میری امت کے بڑھیں، مراد یہ ہے کہ نیک لوگ بڑھیں۔ امت محمدیہ تو وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے پیچھے چلنے والی ہے۔ یہاں نام کی امت ہرگز مراد نہیں، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ نام کی امت کا تو آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے کوئی بھی تعلق نہیں وہ تو شرم کا موجب ہیں۔ امت محمدیہ سے مراد وہ حقیقی امت ہے جو اللہ کے عباد ہیں جو محمد رسول اللہ کے توسط سے حقیقی عباد بن گئے۔ آپؐ کی برکت سے لوگوں کو عبداللہ بننے کے گر آگئے، ایسے عباداللہ ہیں جو محمدؐ رسول اللہ کی امت ہیں ان کو بڑھانے کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے بھی دعا مانگی اور امت کو ہدایت بھی کی۔ تو یہ ساری باتیں جو تین جوڑوں کی صورت میں آپ کے سامنے ہیں ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جو اپنی ذات میں گناہ ہو۔ ہر چیز وہ ہے جو فطرتاً، طبعاً انسان کے اندر رکھی گئی ہے اور اس کی حرمت فی ذاتہ کوئی بھی نہیں۔ لیکن حرمت بنتی کب ہے۔ وہ آیت ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے اس میں یہی تین مضمون ہیں جیسے وہاں تین امور کا ذکر کرکے متنبہ فرمایا گیا تھا اس میں بھی تین باتیں بیان ہوئی ہیں۔

"**افرء يت من اتخذ الٰهه هواه**" کیا تو نے غور نہیں کیا ایک ایسے شخص کے اوپر جو اپنے نفس کی خواہشات کو معبود بنا بیٹھے، اس کے تابع ہو جائے، اس کا غلام بن جائے۔ ایسی صورت میں لعب بھی حرام ہو جائے گی، لہو بھی حرام ہو جائے گی، ایسی صورت میں ہر قسم کی زینت بھی حرام ہو جائے گی اور زینت کے ساتھ تفاخر بھی حرام ہو جائے گا۔ مال کی زیادہ کی خواہش بھی حرام اور اولاد کی زیادہ خواہش بھی حرام۔ یہ ساری چیزیں تب حرام ہوتی ہیں جب قرآن کی اس آیت کی رو سے یہ معبود بن جائیں اور ھوی کا معبود بننا یہ سب سے بڑا اندھیرا ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "**و اضله اللّٰه علٰى علم**" ایسے شخص کو علم ہو بھی تو اندھا ہوتا ہے، گمراہ ہو جاتا ہے۔ "**ختم علٰى سمعه**" کان ہیں لیکن سننے کے کان نہیں ہیں۔ دل ہے مگر غور کرنے کے قابل دل نہیں ہے۔ آنکھیں ہیں مگر پردہ پڑا ہوا ہے تو تین اندھیرے ہی تو ہیں۔

ہمارے اندر روشنی کے داخل ہونے کے یہی تین رستے ہیں۔ یعنی سماعت کی روشنی، علم کی روشنی جو سننے سے تعلق رکھتی ہے اور بصر کی روشنی جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے بعد غور کرنے کی صلاحیت، یہ وہ اندرونی روشنی ہے جو مختلف ان علوم کو جو کانوں کے ذریعے یا آنکھوں کے ذریعے انسان کے دماغ تک پہنچتے ہیں اور دماغ انہیں آپس میں جس طرح جانور جگالی کرتا ہے اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر، الٹ پلٹ کے ان سے نئے مضامین کے رس نکالتا ہے۔ یہی تین ذریعے ہیں جو اس کو اندھیروں سے روشنی میں لاتے ہیں اور یہ سارے ذرائع اگر بند ہو جائیں تو انسان روشنیوں سے اندھیرے میں چلا جاتا ہے۔ پس وہ تین اندھیرے جن کا ذکر پہلی آیت میں گزرا تھا وہی تین اندھیرے دوسری آیت میں اور طریق سے بیان کرکے دکھائے گئے، انہیں تین اندھیروں کا ذکر اسی آیت میں ملتا ہے اور ان کی آخری صورت ہے کہ ان کو اپنا معبود نہ بنا بیٹھنا۔

اور پھر اس آیت میں ایک اور حسن یہ ہے کہ جو آیت میں نے آپ کے سامنے پہلے پڑھی تھی کہ جو تین حصے فرمائے گئے ہیں وہ انسانی زندگی کے تین مشاغل کی قسمیں ہیں جن میں انسانی زندگی ہمیشہ

منہمک رہتی ہے۔ لہو و لعب تو ظاہر بات ہے جو SOCIAL PURSUITS ہیں انسان کی اور اپنی ذات کو خوش رکھنے کے لئے جو مختلف قسم کے بہانے انسان نے تراشے ہوئے ہیں، ذرائع اختیار کئے ہوئے ہیں، ہر قسم کی زائد دلچسپیاں جو کھانے پینے کے علاوہ محض زندہ رہنے سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ زندگی کو ایک شغل میں ہمیشہ غرق کر دینے سے تعلق رکھتی ہیں۔ لعب میں غرق رہے یا لہو میں غرق رہے انسان ایک قسم کا ڈرگ کا ADICT ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی سوائے اپنے آپ کو سکون بخشنے کے اور کچھ نہیں رہتی یا سکون کی تمنا میں ہمیشہ دوڑتے چلے جانے کے سوا اور کچھ نہیں رہتی۔

دوسرا مضمون ہے "زینة و تفاخر" اس میں ہر قسم کے زیب و زینت کے سامان جتنی کاسمیٹک انڈسٹری ہے، مکانوں میں صرف ضرورت کی خاطر اضافے نہ کرنے بلکہ محض اس لئے کہ فلاں کے مکان سے زیادہ خوبصورت ہو اور اس سے زیادہ اونچا دکھائی دے اس طرح ایک دوسرے سے دوڑ شروع ہو جائے۔ یہ جو دوڑ ہے یہ بھی انسانی زندگی کو خاص مقاصد کے لئے وقف کر دیتی ہے اور ایسے لوگوں کو دوسری چیزوں کی ہوش نہیں رہتی۔

اور "تکاثر فی الاموال والاولاد" دراصل سیاسی غلبے سے تعلق رکھنے والا مضمون ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے اموال اور اولاد کو دوسری آیات میں سیاسی غلبے سے باندھا ہے اور بڑے بڑے بادشاہوں کو، جب ان کے تکبر کا حال بیان فرمایا اس طرح ظاہر کیا گیا کہ ان کا فخر یہی تھا کہ ہماری اولاد زیادہ ہے، ہمارے اموال زیادہ ہیں۔ اموال والوں نے اپنے آپ کو سمجھا کہ ہم اموال کے ذریعے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ صاحب اولاد لوگوں نے سمجھا کہ اولاد کے ذریعے ہمارا غلبہ باقی رہے گا۔ تو نفس کی انا جو حکومت چاہتی ہے جو سیاست کے ذریعے یا حربی ذرائع سے ایک شخص یا ایک قوم کو دوسروں کا آقا بنا دیتی ہے یہ وہ تمنا ہے جس کا تعلق اموال اور اولاد کی کثرت سے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بارہا یہ مضمون بیان فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو ان کے اموال اور اولاد کی کثرت نے اندھا کردیا اور اس کے نتیجے میں وہ قہری بادشاہ بن کے ابھرے اور انصاف کا خون کرنے والے ہوئے کہ ان کی غرض سوائے حکومت کے اور کچھ نہیں تھی۔ تو اولاد سے مراد یہاں قوم کی کثرت ہے، اپنی اولاد صرف نہیں، وہ تو ہے ہی لیکن اس مضمون میں اولاد کا تعلق جمیعت سے ہے اور اولاد کا تعلق ایسے مالی ذرائع سے ہے جن کے نتیجے میں انسان ہمیشگی کی برتری حاصل کر لیتا ہے۔ وہ قومیں جو زیادہ مال دار ہوں وہ سمجھتی ہیں اب ہمیں دنیا میں کوئی مٹا نہیں سکے گا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ویل لکل ھمزة لمزة الذی جمع مالاً و عددہ یحسب ان مالہ اخلدہ" (سورۃ الھمزہ : ۲-۴)۔ ھمزہ لمزہ جو لوگ ہیں یہ تفسیر پر دوبارہ جانے کی ضرورت نہیں ایسی قوم کا بیان ہے یا ہر ایسے شخص کا بیان ہے جو مال جمع کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ "مالہ اخلدہ" کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ کی زندگی عطا کردے گا۔

وہ زینت جو مقصود بن جائے وہ گناہ ہے، وہ زینت جو ایک دوسرے پر فخر کا موجب بنے یا ایک دوسرے پر فخر کی وجہ سے اختیار کی جائے وہ منع ہے۔

اب لوگ جانتے ہیں کہ مال سے ذاتی طور پر تو ہمیشہ کی زندگی نہ ملتی ہے، نہ کوئی سوچ سکتا ہے لیکن مال کے ذریعے قومی غلبہ ضرور ہوا کرتا ہے اور دولت مند قومیں سمجھتی ہیں کہ اب ہمیں دنیا میں کوئی مٹا نہیں سکتا کوئی انقلاب ایسا نہیں آسکتا کہ ہم سے طاقت چھین کر نسبتاً غریب قوموں کے سپرد کر دی جائے۔ تو یہ بھی ایک طبعی حالت کے حد سے زیادہ تجاوز کر جانے کی وجہ سے بیماری بنتی ہے۔ اور خلاصہ اس کا قرآن کریم نے یہ نکالا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا، جس کسی نے بھی اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا اس کے تینوں علم کے رستے بند ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے بڑا اندھیرا اور کیا ہے کہ ایک اندھیرے کے بعد دوسرا، نہ کان سے سن سکے، نہ آنکھ سے دیکھ سے، نہ دماغ اور دل سے غور کر سکے۔ تو وہ جو ظلمات ثلاث ہیں کچھ باہر کی ہیں کچھ جسم کے اندر سے پیدا ہوتی ہیں اور ان پر آپ غور کر کے اپنی زندگی کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں تو ہر ایسا موقع جس سے اندھیرا پیدا ہوتا ہے، ہر اس موقع سے روشنی بھی پیدا ہوتی ہے اور وہاں صحیح طریق اختیار کرنے کا نام ہی اندھیرے سے روشنی میں آنے کا نام ہے۔

پس یہ نفس کے اندھیرے ہیں اور ان اندھیروں سے متعلق خدا تعالیٰ نے دوسری جگہ بھی ہمیں یہی سمجھایا کہ جو ان اندھیروں میں مبتلا ہو جائے اللہ کے سوا پھر اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ انسان کے بس کی بات ہی نہیں ہے۔ کیونکہ "علیٰ علم" یہ لوگ دیکھنے کے باوجود اندھیروں میں مبتلا ہوتے ہیں ان کو کیا دکھاؤ گے اور کیا سمجھاؤ گے۔ ان کی مزید تعریف یہ فرمائی کہ وہ کہتے ہیں کہ یہی دنیا کی زندگی ہے اسی میں ہم نے رہنا ہے، یہیں ہم نے مرنا ہے۔

پس آج کل خصوصیت سے جہاں مادیت کا دور ہے جماعت احمدیہ کو اپنی تبلیغ کی راہ میں بھی سب سے بڑی مشکل یہی درپیش ہوتی ہے۔ غریب ملک ہو یا امیر ملک ہو جہاں مادہ پرستی اور سیاسی غلبہ اور زیادہ اموال اور ایک دوسرے پر تفاخر کرنا اور لہو و لعب میں مبتلا ہونا یہ تینوں قسم کے اندھیرے قوم کے افق کو ڈھانپ لیں اور کوئی کسی طرف سے بھی روشنی کی امید دکھائی نہ دے ایسی قوم کو راہ حق کی طرف بلانا سب سے بڑا مشکل کام ہے۔ کیونکہ ان کے دل کی آواز یہ ہوتی ہے کہ یہی تو زندگی ہے جس میں ہم نے رہنا ہے، سب کچھ یہی ہے، یہیں رہنا ہے یہیں مرنا ہے تو ہم کیوں ایک فرضی موت کے بعد کی زندگی کی خاطر اس دنیا کی لذتوں کو چھوڑیں۔ ایک فرضی موت کے بعد کی دنیا کے تصور میں اپنا یہاں محاسبہ شروع کریں اور بدیوں سے احتراز اور نیکیوں کی طرف رغبت کریں جو قربانی چاہتی ہیں۔ عمر ضائع کرنے والی بات ہے۔ اس لئے یہیں کھیلو، کودو، کھاؤ، پیو، مرجاؤ یہی کچھ تو ہے ہمارے مقدر میں۔ ایسے لوگوں کو آپ نیکی کی طرف بلا نہیں سکتے کیونکہ اس کے آخر پر خدا نے یہی نتیجہ نکالا "فمن یھدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون" جو اس قسم کی گمراہیوں میں مبتلا ہو جائیں ان کو اللہ کے بعد ہدایت دے کون سکتا ہے۔

اور دوسری اس دعا میں جو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی طرف سے سکھائی گئی اور جمعہ کے وقت بھی ہم وہ دعا پڑھتے ہیں وہ دعا ہے "و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیأت اعمالنا" اے خدا ہم تیری پناہ میں آتے ہیں "من شرور انفسنا" اپنے نفس کے شرور سے "و من سیأت اعمالنا" اور خود اپنے ہی اعمال کی بدیوں سے۔ اب یہاں باہر کے خطرات کا کوئی ذکر نہیں حالانکہ باہر سے بھی خطرات انسان کو درپیش ہوتے ہیں۔ وہ پہلی آیت جس کی میں نے تلاوت کی تھی اس کے بعد والی آیت سے تعلق رکھتے ہیں اس کی طرف میں ابھی نہیں آ رہا۔ جہاں نفس کے اندھیروں کا تعلق ہے اس کے تعلق میں ہمیں یہ دعا سکھائی گئی "و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا" اگر ایسا نہ ہو تو کیا ہے "و من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ" جسے اللہ ہدایت دے اسے پھر کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ "و من یضللہ فلا ھادی لہ" جسے خدا گمراہ ٹھہرا دے پھر اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

یہ "لا ھادی لہ" والا مضمون ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا ہے جو ایسا شخص ہو کہ "اضلہ اللہ" جسے اللہ نے گمراہ ٹھہرا دیا ہو ان حرکتوں کی وجہ سے "فمن یھدیہ من بعد اللہ" تو اللہ کے بعد ہے کون جو پھر اس کو ہدایت دے سکے۔ تو ایسی دنیا جہاں مادہ پرستی کے اندھیروں نے قوم کو ڈھانپ لیا ہو اور ہر طرف سے مادہ پرستی اور اس کے مشاغل میں انسان اپنی ساری زندگی کھویا رہا ہو، اس کے سوا کچھ دکھائی نہ دے، ان سے آپ مذہب کی باتیں کریں مرنے کے بعد کے قصے سنائیں یہ بالکل بے کار بات ہے دیوار سے باتیں کرنے والی بات ہے۔ ان کے کانوں میں تو پڑ ہی کچھ نہیں سکتا۔ ان کا کیا علاج ہے؟ ان کا علاج یہ ہے کہ ان کے لئے دعا لازم ہے۔ جب تک دعا کے ذریعے خدا تعالیٰ سے مدد طلب نہ کریں اس وقت تک ان کی آنکھیں کھل نہیں سکتیں۔ اس لئے وہاں بھی مایوسی کی کوئی وجہ نہیں کیوں کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے اللہ کے سوا کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، تمہیں اختیار نہیں ہے، تم ان کی آنکھیں نہیں کھول سکتے، لیکن اللہ کھول سکتا ہے۔

اسی تعلق میں ان ماں باپ کو میں نصیحت کرتا ہوں جو اپنے بچوں میں سے بعض کے متعلق سخت مایوس ہو جاتے ہیں۔ کوئی ذریعہ نہیں ان کے پاس رہتا وہ سمجھا کے بلا سکیں۔ ان کے ہاں پیدا ہوئے نیک باتیں سنیں اور بعض ایسے بدنصیب نکلتے ہیں کہ اچانک ان سب باتوں سے ایمان اٹھ جاتا ہے اور وہ مادہ پرستی کے پیچھے دوڑنے لگتے ہیں، اسی سے متاثر ہو جاتے ہیں، اسی سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور پھر مائیں کہتی رہتی ہیں "ویلک" تجھے کیا ہوگیا ہے، کیوں اپنے آپ کو ہلاک کر رہا ہے، خدا کی طرف آ۔ کوئی توجہ نہیں دیتے۔ کیونکہ ان کی آنکھیں بھی اندھی ہو چکی ہیں ان کے کان بھی بہرے ہو چکے ہیں ان کے دل سوچنے کی طاقت سے عاری ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ اور دعا اگر سنجیدگی سے ہو اور توکل کے ساتھ ہو تو غیر معمولی طاقت رکھتی ہے کیونکہ پھر آپ کی تدبیر، تقدیر کے ساتھ آسمان سے اترتی ہے ورنہ دنیا کی تدبیر آسمانی تقدیر کے خلاف کچھ بھی کر نہیں سکتی، کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی۔ اس لئے یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے ہاتھ میں ہدایت موجود ہے، ابھی تک تمہارے ہاتھ میں نہیں رہی تمہارے بس کا روگ نہیں رہا۔ یہ لوگ اگر کبھی ہدایت پائیں گے تو خدا کے فضل سے پائیں گے ورنہ نہیں۔

پس مردوں کو زندہ کرنا اس کو کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، وہ صدیوں سے جو قبروں میں دبے پڑے تھے وہ زندہ ہوگئے۔ وہ کیا بات ہوئی، کیا ماجرا گزرا، فرمایا ایک فانی فی اللہ کی دعائیں ہی تو تھیں۔ وہاں یہ نہیں فرمایا کہ تعلیم کتاب تھی یا حکمتیں بیان کرنے کا طریق تھا جس کی وجہ سے وہ گڑھے مردے جو صدیوں سے مرے پڑے تھے وہ

لھو و لعب، زینت اور تفاخر اور کثرت اموال اور اولاد کی تمنائیں جب یہ معبود بن جائیں تو پھر یہ اندھیرے ہیں جو ان تینوں صلاحیتوں پر چھا جاتے ہیں۔

زندہ ہوگئے۔ دیکھیں ایک عارف باللہ ہی ایک عارف باللہ کی حقیقت کو سمجھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرمایا وہی حق ہے اس کے سوا اور کوئی حق نہیں کہ نہ نصیحت کام آئی، نہ دلائل کام آئے اور نہ تلوار نے کام کیا جیسا کہ مودودی کو دکھائی دیا۔ اگر کام آئیں تو دعائیں کام آئیں۔ فرمایا یہ جو عجیب معجزہ تم نے بیابان عرب میں رونما ہوتے دیکھا وہ ایک فانی فی اللہ کی دعائیں ہی تو تھیں۔

پس جہاں تک ہماری اگلی نسلوں کا تعلق ہے جو ان اندھیروں میں مبتلا ہوچکی ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے، یہ اللہ کا احسان ہے کہ نسبتاً بہت کم ہیں، مگر مغربی دنیا میں خاص طور پر دنیا کی چمک دمک سے مرعوب ہو کر ایک غیر معاشرے میں زندگی بسر کرتے ہوئے یہاں کے ٹیلی ویژن وغیرہ کے نظام سے متاثر ہوکر بعض دفعہ یہاں پیدا ہونے والے بچے اندر ہی اندر گھلتے رہتے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ ان کی آنکھیں اندھی ہوں لازم ہے کہ ان کی فکر کی جائے اور محسوس کیا جائے کہ بیماری کیا ہے اور کہاں تک پہنچی ہے۔ اندھے ہونے سے پہلے پہلے ان کو روکنا ہمارے بس میں ہے۔ اگر اندھے ہو ہی چکے ہوں تو پھر یہ بھی سوال ہے کہ کیا تینوں رستے بند ہوگئے ہیں۔

اب دیکھیں قرآن کریم کی حکمت کا بیان کہ تین رستوں کے لئے الگ الگ بیماریاں بیان فرمائی ہیں۔ کان کا رستہ ایک نور کا رستہ ہے۔ آنکھ کا رستہ ایک نور کا رستہ ہے اور تدبیر کی قوت اور فکر کی قوت جو ماحصل کو آپس میں ملاکر نئے نتائج پیدا کرتی ہے اس کو دل کی قوت کہا جاتا ہے، وہ بھی ایک نور کا رستہ ہے۔ ورنہ ایک شخص جس کے دماغ میں نتائج اخذ کرنے کی قوت نہ ہو وہ دیکھتا بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ سنتا بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بعض بیمار ایسے ہیں ان کی اطلاع دیتے ہیں کہ آنکھیں تو کھول لی ہیں، آواز بھی آرہی ہے مگر کچھ پتہ نہیں کہ کیا سن رہا ہے اور کیا دیکھ رہا ہے۔ تو خدا کے کلام کی شان دیکھیں کس طرح ان تینوں کو آپس میں اکٹھا کرکے ایک واحد مضمون پیدا فرمایا ہے۔ فرمایا ہے روشنی کے یہ تین رستے ہیں ان کے بغیر مکمل نہیں ہوتی روشنی۔ ان میں سے ایک بھی نہ ہو تو کمی آجائے گی۔ مگر کوئی بھی نہ ہو تو پھر تمہارا کیا بس ہے کہ تم اسے ٹھیک کرلو۔ اسی کو موت کہتے ہیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ صدیوں کے گڑھے ہوئے مردے زندہ کردیئے تو یہ موت کی علامتیں پیدا ہوچکی تھیں اس عرب میں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا نور ظاہر ہوا ہے۔ اندھیروں میں آپؐ نے قدم رکھا ہے اور اندھیروں کو روشنیوں میں تبدیل فرمایا ہے۔ وہ ذاتی کوشش سے، علم کی کوشش سے، تقریر کی کوشش سے، تحریر کی کوشش سے ممکن نہیں تھا۔ فرمایا ایک فانی فی اللہ کی راتوں کی دعائیں ہی تو تھیں۔

کوئی شخص بھی جو دنیا کی خواہشات کی پیروی کرنا اپنا مقصد بنالے اس کو کبھی عمر بھر وہ لمحے نصیب نہیں ہوتے کہ وہ کہے کہ ہاں میری تمنائیں پوری ہوگئیں، میری سب پیاس بجھ گئی بلکہ جس قدر بجھتی ہے اس سے زیادہ بھڑک اٹھتی ہے۔

پس وہ لوگ جو اس مضمون کی انتہائی ظلمت کے کنارے تک جا پہنچے ہیں ان کو بھی ہم نے بلانا ہے خواہ وہ ہمارے علاوہ ہوں یا ہمارے اندر کے بسنے والے لوگ ہوں، ہمارے گھر کے بچے ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر یہ حالت پہنچ گئی ہے سنتے بھی نہیں ہیں اور سوچتے بھی نہیں ہیں اور دیکھنے سے ویسے ہی عاری ہوچکے ہیں تو آپ کیسے ان کو ہدایت دیں گے میرے سامنے مسئلے لاتے ہیں، میں کہتا ہوں یہ وقت گزر چکا ہے اب، تمہیں جلدی ہوش چاہئے تھی۔ اس وقت بیمار کو لے کے آئے ہو جب آنکھیں کھلی ہیں مگر دکھائی نہیں دے رہا، کان موجود ہیں مگر سنائی نہیں دے رہا، قوت فکر سے خالی ہوگیا، موت اور کہتے کس کو ہیں پھر۔ تو موت کا تو کوئی علاج نہیں۔ مردہ کو کوئی زندہ نہیں کرسکتا مگر اللہ۔ اور ظاہری مردے تو وہ اس دنیا میں زندہ نہیں کرتا مگر روحانی مردوں کو ضرور زندہ کرتا ہے ورنہ قرآن کریم کے یہ مضامین اور بارہا اس کے تذکرے بالکل بے معنی اور لغو ہو جائیں گے اور ہو نہیں سکتا کہ قرآن کریم کسی مضمون کو محض لغو قصوں کے طور پر بیان فرمائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابراہیم نے بھی تو سوال کیا تھا "**رب ارنی کیف تحی الموتیٰ**" اے میرے خدا بتا مردوں کو تو کیسے زندہ کرے گا یہ مردے کیسے زندہ ہوں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ایک طریق سکھایا جس کے متعلق میں پہلے اس سے ایک خطبے میں روشنی ڈال چکا ہوں۔ اب وہ ظاہری مردے مراد نہیں تھے روحانی مردے تھے اور وہ مردے ایسے ہیں جو ایک صاحب فہم، صاحب عقل انسان دیکھ کر یہی فیصلہ کرتا ہے کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ آج ہمارے اردو کے سوال و جواب کے موقع پر بھی یہی سوال اٹھایا گیا ایک دوست کی طرف سے کہ تبلیغ پہ آپ نے بڑا زور دیا ہے مگر یہ بتائیں کہ جس سے بات کرو جس کو دنیا کی ہوس اور لالچ کے سوا دلچسپی کوئی نہ ہو اس کو کس طرح ہم بلائیں، کیسے سمجھائیں، کون سی آواز دیں جو اس کے کانوں کے پردوں کے پار اتر سکے جہاں مہریں لگی ہوئی ہیں۔ تو ان کو بھی میں نے ایک جواب دیا۔ اب میں اس مضمون کو خاص طور پر اس حوالے کی وجہ سے زیادہ اٹھا رہا ہوں کیونکہ آج صبح کی ابھی چند گھنٹے پہلے کی یہ تازہ تازہ بات ہے۔ اس کا اصل علاج دعا ہے۔ یا فیصلے میں جلدی سے پہلے آپ غور کریں کہ کیا سارے نور کے رستے بند ہوچکے ہیں یا کچھ کچھ رمق باقی ہے۔ اگر رمق باقی ہو تو وہ زندہ ہے مردہ نہیں ہے۔ رمق باقی ہو تو اس سے فائدہ اٹھا کر اس کے بچنے کے، اس کی شفا کے سامان کئے جاسکتے ہیں۔ پس اول دعا کا ذریعہ ہے اس سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ جس میں دلچسپی ہو اور اپنوں کا چونکہ زائد حق ہوتا ہے دوہرا تہرا حق ہوتا ہے اپنوں کے لئے خصوصیت سے یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان اندھیروں کی مار سے بچائے کہ روشنی کی کوئی بھی راہ باقی نہ رہے، دیکھتے دیکھتے زندوں سے یہ مردوں میں نکل جائیں۔ اور اگر نکل بھی جائیں تو مایوسی نہیں کرنی چاہئے "**رب ارنی کیف تحی الموتیٰ**" کی دعا کو یاد کرو۔ یاد کرو کہ کس طرح ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے ہاتھوں یہ معجزہ دکھادیا۔ کس طرح ایک نبی نے ایک اجڑی ہوئی بستی کو دیکھا اور یہی سوال دہرایا کہ اے خدا یہ مرے ہوئے کیسے زندہ ہوں گے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ خدا کے ایک نبی عزرا اس بستی سے گزرے جسے یروشلم کہا جاتا ہے، اس حالت میں گزرے جبکہ ایک بادشاہ نے اسے کلیتہً برباد کردیا تھا، کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا تھا۔ SOLOMAN'S TEMPLE بھی COMPLETELY DESTROY ہو کر یعنی کلیتہً منہدم کردیا گیا اور ایک ملبے کا ڈھیر بن گیا۔ چھتیں گر پڑیں، کھوکھلی دیواریں کھڑی تھیں۔ اس نے دیکھا اس نے کہا اے خدا تو نے زندہ تو کرنا ہے ان کو، تیرے وعدے ہیں، مگر کیسے زندہ ہوں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال کی خواب دکھائی اور عجیب لطف کی بات ہے قرآنی فصاحت و بلاغت ہے جسے نہ سمجھنے کی وجہ سے ایک نہایت شاندار مضمون سے ایک نہایت بدزیب مضمون لوگ نکال لیتے ہیں۔ فرمایا خود اسے سو سال کی موت دی، پتہ لگے کہ زندہ ہوتے کیسے ہیں سو سال میں۔ اور اس نیند کی حالت میں تمام سو سال کے واقعات جو گزرنے تھے اور جس کے بعد ایک عجیب انقلاب برپا ہونا تھا، ان لوگوں نے جی اٹھنا تھا، اس بستی نے دوبارہ زندہ ہو جانا تھا، وہ اسے سمجھائے۔ اور سمجھانے کے بعد پھر یہ غلط فہمی دور کرنے کی خاطر کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ واقعتہً سو سال کے مرے ہوئے جئیں گے۔ فرمایا اپنے گدھے کو دیکھ لے اسی طرح کھڑا ہے کچھ بھی نہیں ہوا اس کو۔ اپنے کھانے کو دیکھ اگر واقعتہً سو سال ہوتے تو سڑ بس جاتا۔ اسی طرح تازہ کا تازہ ہے۔ تو جو ہم تجھے سمجھا رہے ہیں یہ تمثیلات ہیں۔ یہ مری ہوئی بستی ضرور زندہ ہوگی جیسا کہ تجھے رؤیا میں دکھایا گیا۔ اور واقعہ یہ ہوا کہ اس واقعہ کے سو سال کے اندر اس عظیم بادشاہ نے جس کے متعلق بائبل میں ذکر ملتا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کو دوبارہ زندہ کر دینا تھا جس نے اس اجڑے ہوئے شہر کو آباد کرنا تھا۔ خورس بادشاہ تھا جس کا ذکر یسعیاہ میں ملتا ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تم میں سے نہیں ہے مگر میں اس سے کلام کروں گا اور اس کا ملہم ہونا قرار دیا اور یہ بتایا کہ اس کے ذریعے جو اسرائیل کی اجڑی ہوئی رونق ہے وہ دوبارہ قائم کی جائے گی۔ بنوکد نضر کے برعکس یہ بادشاہ خدا ترس تھا۔ غیر معمولی طور پر بنی نوع انسان کی خیر خواہی کرنے والا تھا۔ ایسا بادشاہ تھا جس کی ایسی تعریف مؤرخین نے کی ہے کہ اس کی کوئی مثال کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ ایک بادشاہ ہے جس میں ہر پہلو سے وہ تعریف دیکھتے ہیں، ایک بھی گند نہیں نکال سکے۔ یہ وہ خورس ہے۔ تو خورس نے اس کے سو سال کے بعد اس کو آباد کر دیا اور اس کی

کھوئی ہوئی رونقیں واپس آگئیں۔ SOLOMAN'S TEMPLE دوبارہ بنایا اور بائبل کی از سرِنو تدوین ہوئی اس کے نتیجے میں۔ خورس کے زیر اثر ایسے اہل ایران کے علماء پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے آپ کو بائبل کے ترجموں کے لئے وقف کیا اور ایسی زبان میں جو فارسی اثر کے تابع HEBREW کے ساتھ مل کر ایک نئی زبان بنی تھی اس میں تراجم کئے گئے، بہت بڑی خدمت ہوئی ہے۔ مگر یہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کی بات ہو رہی ہے اور ان معنوں میں خدا زندہ کیا کرتا ہے۔ جہاں سب امیدیں خطا ہو جائیں جہاں کوئی امید کی راہ باقی نہ رہے ایک قوم کے متعلق کہہ دیا جائے کہ مر گئی، کھپ گئی، ختم ہو گئی، پھر بھی خدا زندہ کرسکتا ہے اور ایسے معجزے پہلے دکھا چکا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی امت جس کے نبی کو خدا تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے والا قرار دیتا ہے، جس کی تعریف یہ فرمائی گئی کہ اے دنیا کے مردو جب یہ تمہیں اپنی طرف بلائے کہ تمہیں زندہ کرے تو تم اٹھ کھڑے ہوا کرو اس کی آواز پر لبیک کہا کرو۔ ایسے نبی کی امت کے متعلق جب یہ حالات پیدا ہو جائیں تو ہرگز مایوسی کا کوئی سوال نہیں۔ پس پہلے تو میں آپ کو مغربی دنیا میں تبلیغ کے متعلق توجہ دلاتا ہوں کہ وہاں بھی خواہ کس حال کو یہ لوگ پہنچ چکے ہوں یاد رکھیں کہ دعاؤں کی برکت سے مردے پہلے بھی زندہ ہوئے، آج بھی ہوسکتے ہیں، کل بھی ہوں گے۔

اور جہاں تک امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا تعلق ہے خواہ وہ نام ہی کی کیوں نہ ہو، منسوب محمدؐ رسول اللہ کی طرف ہوتے ہیں ان کے متعلق آج کل یہ عام چرچا ہے کہ وہ تو گئے اور احمدی کی بات نہیں غیر احمدی دانشور بڑے بڑے لکھنے لگے ہیں کہ کوئی زندگی کے آثار باقی نہیں رہے، آئے دن ایسے مضامین چھپتے ہیں کیا باقی رہا ہے سوائے نام کے۔ ان کے متعلق بھی کسی احمدی کو زیب نہیں دیتا کہ ان سے مایوس ہو جائے اور یہ کہہ دے کہ ان کے دن گنے گئے اور یہ ہمیشہ کے لئے مٹی میں غرق ہوگئے۔ اگر بنی اسرائیل کے سو سالہ گڑے مردوں کو خدا اٹھا سکتا ہے، اگر عرب کے مشرکوں کے سینکڑوں سال کے گڑے ہوئے مردوں کو خدا زندہ کرسکتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے دعاؤں کے گر سیکھتے ہوئے، ان کے لئے دعائیں کریں اور بڑے الحاح اور یقین سے دعائیں کریں تو دیکھو یہی جی اٹھیں گے، ان کے کان سننے لگیں گے، ان کی آنکھیں دیکھنے لگیں گی، ان کی زبانیں بولنے لگیں گی، ان کے دلوں میں غور و فکر کی صلاحیتیں جاگ اٹھیں گی اور قوم کے دن پھر سکتے ہیں اور پھریں گے انشاء اللہ۔ مگر پہلے اپنے دن پھیریں۔ اپنی آنکھوں سے ان پردوں کو دور کریں جن کا ذکر قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔ اپنے کانوں سے ان بوجھوں کو نکالیں جو آپ کی سماعت پر بداثر ڈال رہے ہیں اور اپنے دلوں سے ان میلوں کو دھوئیں جو میلیں آپ کے دلوں میں سوچنے اور سمجھنے کی طاقتوں کو مدھم کر دیتی ہیں یا دھندلا دیتی ہیں یا بعض دفعہ ایسا اندھا دیتی ہیں کہ تاریکی ہی تاریکی رہ جاتی ہے، حقیقی سوچ کا مادہ دل سے نکل جاتا ہے۔

یہ جو دوسرا حصہ ہے اس آج کے خطبے کا اس کے متعلق میں انشاء اللہ اگلے خطبے میں کچھ مثالیں دے کر آپ پر بات کھولوں گا۔ محض یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ اپنی آنکھوں سے پردے ہٹاؤ، اپنے کانوں سے بوجھ نکالو۔ مثالیں دے کر، روزمرہ کی زندگی کے تجربے آپ کے سامنے رکھ کر بتانا ہوگا کہ یہ بدیاں ہیں جو ہمارے اندر راہ پا رہی ہیں ان سے اپنے آپ کو چھڑائیں ورنہ یہ تین قسم کی بدیاں، تین صلاحیتوں کے اوپر حملہ آور ہیں۔ لہو و لعب، زینت اور تفاخر اور کثرت اموال اور اولاد کی تمنائیں جب یہ معبود بن جائیں تو پھر یہ اندھیرے ہیں جو ان تینوں صلاحیتوں پر چھا جاتے ہیں۔ پھر آپ کے دیکھنے کی طاقت بالکل سلب ہو جاتی ہے کچھ بھی آپ نہیں کرسکتے اسی کا دوسرا نام موت ہے۔ پس دعائیں کریں ان کے لئے جن کو آپ زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ دعائیں ان کے لئے کریں جن کے معاشرے میں آج بہت سے احمدی اپنے وطن کو چھوڑ کر آبسے ہیں اور ان کے اندھیروں کے رحم و کرم پر پڑے ہوئے ہیں۔ روشنی دکھائی دے رہی ہے اور "علیٰ علم" ہونے کے باوجود وہ اندھیرے ہیں ان سے سب سے زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے۔ ان سے ڈرنا سب سے اہم ہے کیونکہ وہ روشنی کے اندھیرے ہیں، یہ میں آپ کو سمجھانے کی بات کر رہا ہوں "علیٰ علم" ہیں۔ جانتے بوجھتے ہوئے یہ برائیاں ہیں پھر بھی آپ کو وہ روشنیاں دکھائی دے رہی ہیں ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

تو اس سلسلے میں جب آپ تبلیغ کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں مایوسی کے کئی مراحل سامنے آتے ہیں جب سمجھتے ہیں کہ آگے رستہ ہی کوئی باقی نہیں رہا۔ ان باتوں کو یاد رکھیں کہ یہ سارے مراحل دعا کے ذریعے طے ہوں گے اور رکی ہوئی نبضیں پھر چل پڑیں گی ایسے دوست جن سے آپ کو کلیتہً مایوسی تھی وہ از خود جاگ اٹھیں گے۔ اور یہ بات حقیقتاً دنیا کے مختلف کونوں سے جہاں داعی الی اللہ نئے جوش کے ساتھ اٹھ رہے ہیں لوگ مجھے لکھ رہے ہیں۔ ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں بارہا یہ باتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک شخص لکھتا ہے کہ فلاں شخص تھا اس پر ہم نے اس طرح توجہ دی، یہ کوشش کی، بالکل پتھر کی طرح تھا جس سے سر ٹکرانے سے اپنے آپ کو نقصان پہنچے اور اس پتھر پہ کوئی اثر نہ پڑے لیکن ہم نے دعائیں کیں اور اب یہ واقعہ ہوا ہے۔ اور حیرت ہوتی ہے یہ دیکھ کر کہ کس طرح خدا نے اس شخص کا دل بدلا ہے۔ کس طرح اس کی تقدیر جاگ اٹھی اور اچانک وہ جو دشمن تھا وہ احمدیت کا فدائی دوست بن گیا۔ یہ دعاؤں کی برکت سے ہوا ہے۔ ایک دفعہ نہیں بارہا یہ ہو چکا ہے اور بارہا اس کی قطعی واضح اطلاعیں مجھے ملتی ہیں اس لئے میں کوئی فرضی کہانی آپ کے سامنے نہیں رکھ رہا، تجربے میں آئی ہوئی، مجرب نسخہ ہے جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ تو دعائیں کریں اور دعاؤں کے دامن میں، دعاؤں کے سہارے سے دعوت الی اللہ کے میدان میں آگے بڑھیں۔

پھر جو ابھی آپ کو کھوئے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے نونہال آپ کو ضائع ہوتے دکھائی دے رہے ہیں ان کی فکر کریں۔ یہ نہ ہو کہ دوسروں کو زندہ کر رہے ہوں اور اپنے ہاں قبرستان بن رہے ہوں۔ بہت ضروری ہے کہ ان کی فکر کریں۔ اور پھر سب سے زیادہ امت محمدیہ کی فکر کریں جو کم سے کم نام کے ساتھ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے وابستہ ہیں ان کی زندگی کی دعائیں مانگیں، ان کی زندگی کے لئے جو چارہ آپ کے بس میں ہو کریں۔ اور پھر آخر پر اپنے اندر بھی نگاہ ڈالیں۔ غور کریں کہ آپ کی ذات جو آپ کو روشن دکھائی دے رہی ہے اس میں کہیں اندھیرے تو نہیں لپٹے ہوئے۔ تب آپ کو سمجھ آئے گی کہ روشنیوں کے لباس میں اندھیرے لپٹے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بصیرت عطا فرمائے، سمجھ اور غور کی طاقت بخشے، ہمارے کان بھی سننے والے ہوں، ہماری آنکھیں بھی دیکھنے والی ہوں، ہمارے دل بھی غور کرنے والے ہوں اور ہم حقیقت میں مردوں کو زندہ کرنے کا ذریعہ بن جائیں اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

تقریب جوبلی جلسہ امریکہ

جوبلی جشن کی تقریب منانے آئے
مرحبا اہل وفا عہد نبھانے آئے

ساقی احمد مختار کے میخانے سے
تشنہ روحوں کے لئے جام لنڈھانے آئے

راہ حق دین محمد کے منادی بن کر
احمدی پھر سے نیا عزم جگانے آئے

عہد حاضر کے مسیحا کا لئے پھر پیغام
نفرتوں۔کینوں کی دیوار گرانے آئے

سوچ سکتا ہی نہیں غیر یہ کیسی رونق
بن کے تعبیر کئی خواب سہانے آئے

رونقیں اور بڑھیں آقائے طاہر کے طفیل
اور جب محفل عرفاں کو سجانے آئے

ہر گھڑی پہلے سے بڑھ کر جو ترقی دیکھے
سوچ میں گم ہے عدو کس کو مٹانے آئے

یہ مسیحا کی دعاؤں کا اثر ہے صادق
اجنبی چہرے لگیں یار پرانے آئے

(حبیب اللہ صادق باجوہ ۔ میریلینڈ)

خطبہ جمعہ

سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعودؓ

(فرمودہ ۸ ر اکتوبر ۱۹۲۰ء)

دین کے حکموں کو خود مانو اور دوسروں سے منواؤ

حضور نے تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اسلام کے دو بڑے حصے ہوتے ہیں جن سے لوگ بالعموم ناواقف ہوتے ہیں (۱) اعتقاد (۲) اعمال۔ اعتقاد کے حصہ کی جب تک تکمیل نہ ہو۔ اس وقت تک اسلام مکمل نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح اعمال کے حصہ کی بھی جب تک تکمیل نہ ہو۔ ایمان تکمیل نہیں پاتا۔ پھر اعمال کے بھی دو حصے ہیں۔ اور اعتقاد کے بھی دو حصے ہیں۔ عقائد کے دو حصوں میں سے بھی ایک حصہ عمل میں چلا جاتا ہے۔ عقاید کے لیے صرف یہ کافی نہیں کہ انسان خود ایمان رکھے بلکہ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ دوسروں میں ان عقائد کو پھیلائے۔ گویا عقاید بھی اعمال میں آجاتے ہیں۔ تو اسلام کی تعلیم ہے کہ جس طرح صحیح عقائد کا ماننا ضروری ہے اسی طرح ان صحیح عقاید کا پھیلانا بھی ضروری ہے۔ ایک شخص خواہ کتنا ہی صحیح اور پختہ اعتقاد رکھے۔ مگر اس صحیح اعتقاد کو پھیلاتے نہیں۔ وہ پکا مومن نہیں ہو سکتا۔

سب سے بڑے پکے مسلم اور مومن انبیاء ہوتے ہیں مگر یہ کبھی نہیں ہوگا کہ وہ اپنی ذات تک ہی ان اعتقادات کو رکھیں اگر کوئی کہے کہ وہ تو مامور ہوتے تو اسکا پہلا جواب تو یہ ہے کہ چونکہ انبیاء اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں اس لیے تبلیغ کے کام کو ان کے سپرد کرنا اس کام کی اہمیت کو اور زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ اتنا اہم کام ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے لیے انبیاء مبعوث فرماتا ہے۔ دوسرے ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء کے جو حقیقی متبعین ہوتے ہیں۔ وہ انبیاء ہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ حالانکہ وہ مامور نہیں ہوتے۔

سب سے زیادہ حالات ہمیں صحابہ کے ملتے ہیں اور ان میں سے بعض کے یہاں تک اقوال ملتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں۔ اگر ہماری گردن پر تلوار ہو اور ہمیں آنحضرتؐ کا کوئی ایسا قول معلوم ہو۔ جو اوروں کو معلوم نہیں۔ تو قبل اسکے کہ تلوار ہماری گردن جدا کرے۔ ہم اس کو لوگوں تک پہنچا دینگے[1] تو وہ بھی اپنے اعتقاد کو پھیلانا ضروری سمجھتے ہیں۔

دوسرا حصہ اعمال کا ہے۔ آگے اس کے بھی دو حصے ہیں۔ اول خود عمل کرنا (۲) دوسروں سے عمل کرانا۔ جس طرح خود کئے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا اسی طرح دوسروں سے عمل کرائے بغیر بھی مکمل نہیں ہوتا۔ جو خود نماز پڑھتا ہے

[1] بخاری کتاب العلم باب العلم قبل القول والعمل

مگر دوسروں کو دیکھتا ہے کہ نماز نہیں پڑھتے۔ خود حج کرتا ہے مگر دیکھتا ہے کہ لوگ ہیں جو استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے۔ مالدار ہے خود زکوٰۃ دیتا ہے مگر دیکھتا ہے لوگ مالدار ہو کر زکوٰۃ نہیں دیتے اور یہ انکو نیک کاموں کے کرنے کی تحریک نہیں کرتا اور انکو ترغیب نہیں دیتا۔ تو پکا مومن نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ خدا نے مومن کے دو فرض رکھے ہیں۔ پہلا فرض تو یہ ہے کہ خود مانو اور دوسرا یہ ہے کہ دوسروں سے منواؤ۔ اسی طرح یہ کہ نیک اعمال خود کرو اور دوسروں کو تحریک کرو کہ وہ بھی کریں۔ اگر پہلا فرض پورا کرنا ضروری ہے تو دوسرا بھی ضروری ہے کیوں جہاں یہ حکم ہے کہ خدا کو ایک مانو۔ وہاں یہ بھی حکم ہے کہ دوسروں سے ایک منواؤ۔ اسی طرح رسولوں کو مانو اور منواؤ اور ملائکہ کو مانو اور منواؤ۔ حشر نشر کو مانو اور منواؤ۔ دعوۃ الی الخیر کرو۔ اور دوسروں سے کراؤ۔ بداخلاقی چھوڑو اور دوسروں سے چھوڑاؤ۔ شرک خود نہ کرو۔ اور دوسروں کو اس سے روکو۔ لیکن اگر خود احکام کی تعمیل کرو گے۔ اور دوسروں سے تعمیل نہیں کراؤ گے۔ تو قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خود تعمیل احکام الٰہی کرتے ہیں۔ مگر دوسروں سے نہیں کراتے۔ وہ عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتے۔

پس یہ کوئی وجہ نہیں کہ کہدیا جائے۔ ہم خود مانتے ہیں۔ دوسروں سے کیا منوائیں نہیں جس طرح خود ماننا اور تعمیل کرنا فرض ہے۔ اسی طرح دوسروں سے منوانا اور تعمیل کرانے کا بھی حکم ہے۔ اگر کوئی ایک حکم کو توڑتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ کل دوسرے کو بھی توڑ دے۔ آج ایک حکم چھوڑا۔ کل دوسرے کو چھوڑ دے۔ اور کہدے کہ میں اعتقاد رکھتا ہوں۔ اعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ یا خدا رسول ملائکہ کو مانتا ہوں۔ کتب کو نہیں مانتا۔ یا فرشتوں کو مان لے اور کہے کہ رسولوں کو ماننے کی کیا ضرورت ہے خدا پر ایمان رکھتا ہوں یا اسی طرح خدا کا بھی انکار کر دے۔ یا اعمال میں کہدے روزے نہیں رکھے جا سکتے زکوٰۃ باوجود فرض ہونے کے نہیں دی جا سکتی۔ یا کسی کو نماز بوجھل معلوم ہو تو اس کو ترک کر دے۔ دراصل شریعت نے جس قدر احکام دیئے ہیں ان سب کا انسان مکلف ہے۔ اس کی ذمہ واری ہے کہ ان کو پورا کرے۔

قرآن کریم جہاں امر بالمعروف کا حکم دیتا ہے۔ وہاں یہ نہیں کہتا کہ کرو یا نہ کرو۔ بلا استثناء سب کو کہتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو۔ پھر فرماتا ہے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ ۵ : ۳) کہ نیکی اور تقویٰ میں تعاون یعنی ایک دوسرے کی مدد کرو۔ یہ نہیں فرمایا کہ تقسیم کر لو۔ کوئی کرے کوئی نہ کرے۔ بلکہ سب کو حکم ہے کہ اپنے اعتقاداتِ صحیحہ کی اشاعت کرو اور اعمال حسنہ کا حکم دو۔ لیکن بہت ہیں۔ جو خود تو کرتے ہیں۔ مگر دوسروں کو شریعت کے احکام کی پابندی کی طرف توجہ نہیں دلاتے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا۔ کہ بہت ہیں جو سرے سے خود بھی عمل نہیں کرتے، لیکن خدا کے فضل سے ہم میں یہ بات نہیں۔ ہم میں خود عمل کرنے والے تو بہت ہیں اور بکثرت ہیں، لیکن اگر دیکھا جائے کہ دوسروں سے کہاں تک عمل کراتے ہیں تو اس میں ہم میں کسی قدر کمی نظر آئیگی۔ ہماری انجمنوں

ہیں اس پر تو زور دیا جاتا ہے کہ چندہ باقاعدہ دو۔ مگر اس کی طرف سے غفلت کی جاتی ہے کہ کوئی شخص نماز باجماعت بھی پڑھتا ہے کہ نہیں۔ روزوں کا پابند ہے کہ نہیں۔ لوگ ایک پہلو پر زور دیتے ہیں اور دوسرے کو ترک کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ایک پہلو پر زور دینے سے کبھی عمارت مکمل نہیں ہو سکتی۔ عمارت اسی وقت مکمل ہوگی جب اس کے ضروری حصے تیار ہو جائیں گے۔ یعنی یہ تو ہو سکتا ہے کہ پلستر نہ ہو پھول پتوں اور قلعی کے بغیر تو ایک حد تک مکان مکمل ہو سکتا ہے۔ مگر اس صورت میں مکان کبھی مکمل نہیں ہو سکتا کہ چھت نہ ہو یا کوئی دیوار نہ ہو۔ یا پانی اور ہوا اور روشنی کا رستہ نہ ہو اسی طرح ایمان اور اسلام کی تکمیل کے لیے اعتقاد اور عمل کے تمام ضروری حصے مکمل ہونے چاہئیں۔

پس جہاں خود عمل کرو۔ دوسروں سے عمل کراؤ۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ تم دوسروں کے عیب تلاش کرو۔ جب تم دیکھو کہ کوئی شخص شعار اسلام ترک کر رہا ہے۔ تو اس کو پابند بناؤ۔ یہ مطلب نہیں کہ تم چوری چوری لوگوں کے پیچھے لگے پھرو۔ اور ان کے عیب ڈھونڈو بلکہ یہ ہے کہ وہ غلطیاں جو ظاہر اور علی الاعلان ہوتی ہیں ان کی نگہداشت کرو۔ اگر کوئی پوشیدہ عیب کرتا ہے تو اس کی تلاش ضروری نہیں۔ مگر جہاں اعلان اور اظہار کے ساتھ کوئی غلطی ہو۔ اس کی اصلاح ضروری ہے۔ جو لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ وہ اگر دیکھیں کہ کوئی شخص باجماعت نماز نہیں پڑھتا۔ تو اس کو سمجھائیں اور اس کو آمادہ کریں کہ باجماعت نماز پڑھے اگر کسی شخص نے اس باجماعت نماز نہ پڑھنے والے کو کچھ نہ کہا۔ تو اگرچہ وہ آج ایک ہی ہے لیکن آئندہ بہت سے باجماعت نماز پڑھنا ترک کر دینگے۔ کیونکہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ یا ایک شخص موٹا تازہ ہٹا کٹا ہے اور بازار میں کھاتا پھرتا ہے۔ روزہ بلا عذر نہیں رکھتا۔ اگر اس کو نہ روکا جائے تو اور لوگ بھی سست ہو جائیں گے اور روزہ چھوڑ بیٹھیں گے۔

انسان کی عادت ہے کہ جدھر لوگوں کو چلتے دیکھتا ہے اُدھر ہی چلنے لگتا ہے۔ فطرت شناسوں نے انسان کی اس عادت پر غور کیا اور اس کا ایک اصطلاحی نام رکھ دیا ہے۔ چنانچہ انگریزی میں اس کو (Herdinstinct) کہتے ہیں۔ چونکہ یہ علوم انگریزی میں ہیں۔ اس لیے انگریزی میں اس کی اصطلاحیں ہیں۔ اس کا صحیح ترجمہ "بھیڑ چال" ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ ہماری زبان والوں نے بھی اس بات پر غور کیا تھا۔ مگر جہاں اور علوم گم ہوتے یہ بھی گم ہوگیا۔ اور اب یہ لفظ کچھ زیادہ اچھے معنوں میں نہ رہا۔ تو بھیڑ چال کا اثر ہوتا ہے۔ جب مجالس وغیرہ میں دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی شخص تارک شعائر ہے۔ تو دوسرے بھی ترک کر دیتے ہیں پس ضروری ہے کہ شعائر اسلام کے جو لوگ تارک ہوں۔ ان کی نگہداشت کی جائے۔ اور ان کو پابند بنایا جائے۔

میرے نزدیک ایک فاسق فاجر سے اتنا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ جتنا اس شخص سے پہنچتا ہے۔ جو نماز کا تارک ہے۔ کیونکہ وہ ہزار فاسق جو گناہ کرتا ہے۔ وہ چھپ کر اور پوشیدہ کرتا ہے۔ اور یہ ایسا گناہ

کرتا ہے۔ جو ظاہر ہے۔ اس لیے وہ ہزار ہو کر ایک ہے۔ اور یہ ایک ہو کر ہزار کے برابر ہے۔ کیونکہ اس کا فعل پبلک کے سامنے ہے۔ اور اس ہزار کا پوشیدہ ہے فسق و فجور اپنی ذات میں خواہ کتنا ہی خطرناک گناہ ہو۔ مگر اس کا اثر بنی نوع پر اتنا نہیں پڑتا۔ جتنا ایک ایسے شخص کا جو ظاہر میں نماز کا تارک ہو یا روزہ نہ رکھتا ہو۔ تو ایمان کی تکمیل کے لیے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ انسان خود بھی احکام شریعت پر عمل کرے اور دوسروں سے بھی کرائے۔ مگر افسوس ہے کہ ادھر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔

غور کا مقام ہے کہ بڑھاپا ایک دن میں نہیں آیا کرتا۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ آج میں اتنا بوڑھا ہو گیا اور کل اتنا تھا۔ بلکہ ایک خاص وقت پر کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بوڑھا ہو گیا۔ حالانکہ دیر سے بوڑھا ہو رہا تھا۔ اسی طرح کوئی شخص ایک دن میں عالم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ آہستہ آہستہ علم میں ترقی کرتا ہے اور جس قدر ایک ایک منٹ میں ترقی ہوتی ہے۔ اس کو کوئی شخص نہیں جانتا۔ نہ بتا سکتا ہے۔ مگر ایک وقت آتا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص عالم ہے۔ پس ترقیاں اور تنزل ایک ہی وقت میں نہیں آیا کرتے۔ بلکہ آہستہ آہستہ آتے ہیں اور ان کے مجموعہ کا نام ترقی یا تنزل رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح قوموں کا عروج یا بربادی ہوتی ہے۔ ایک دم میں آسمان زمین نہیں بدل جایا کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ایک سو میں سے ایک سو ہی مسلمان نماز پڑھنے والے تھے۔ مگر بعض لوگ سست تھے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے رحیم شخص نے فرمایا تھا کہ جو لوگ نماز میں شامل نہیں ہوتے۔ میرا دل چاہتا ہے۔ کہ لکڑیاں لے جاؤں اور ان کے گھر کو آگ لگا دوں۔ کہ وہ اندر ہی جل کر مر جائیں[1] سننے والوں میں سے بعض نے اس کی قدر کی۔ اور بعض نے نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سست لوگوں کی اور تعداد بڑھی۔ پہلے مثلاً ہزار میں سے ایک سست تھا۔ تو پھر چار پانچ ہو گئے۔ پھر بیس تیس سال میں سو میں سے ایک نماز کا تارک ہو گیا چونکہ کثرت نمازیوں کی تھی۔ اس لیے ایسے لوگوں کو ہمیشہ حقارت سے دیکھا گیا اور کہا گیا کہ یہ کیا کر لیں گے۔ مگر اس کا وہی اثر پڑا۔ جو اس کے مقابلہ میں غارِ حرا سے نکلنے والے کی اکیلی آواز نے نمازی بنانے کے لیے ڈالا تھا جس طرح غارِ حرا سے نکلنے والا دراصل ایک نہ تھا۔ بلکہ اس کے ساتھ ملائکہ کی نورانی افواج تھیں۔ اسی طرح اس کے مقابلہ میں جو تھا وہ بھی اکیلا نہ تھا۔ بلکہ اس کے ساتھ بھی شیطانی اور ابلیسی ذریت تھی۔ اور ظلماتی فوجیں اس کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ آج اس ظلماتی آواز کا یہ اثر پڑا۔ کہ مسلمان ۹۹۹ ایسے ہیں جو نماز سے بے پروا ہیں۔ چونکہ اس وقت تعاون علی البر پر عمل نہ کیا جس شخص نے سستی کی۔ اس کی سستی دور کرنے کی کوشش نہ کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج بے نمازیوں کی کثرت ہو گئی۔

اسی طرح بددیانتی پیدا ہوئی۔ یاد رکھو بددیانتی پیدا ہونے کا پہلا قدم اپنے حقوق کی نگرانی ہوتی ہے۔ دیانت اور امانت کے لیے حقوق کی نگرانی کی بجائے قربانی کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ حقوق کی حدود و

[1] بخاری و مسلم بروایت مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ فی المساجد

تعریف وسیع ہے اور چونکہ ہر ایک کا کام نہیں ہے کہ اپنے حقوق کو صحیح طور پر سمجھ سکے۔ اس لیے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے کرتے ایسی باتوں کا بھی مطالبہ کرنا شروع کر دیتے ہیں جن کا انھیں حق نہیں ہوتا۔ تو اس طرح بد دیانتی کی طرف چلے جاتے ہیں۔

پس وہ باتیں جو خلاف اسلام ہیں۔ اگر ان کا علی الاعلان ارتکاب ہوتا دیکھو تو منع کرو اور تمہارے لیے ضروری ہے کہ ایسے موقع پر تعاون علی البر سے کام لو۔ جن قوموں نے اس کو چھوڑا۔ وہ تباہ ہوگئیں۔ میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اگر کسی کو نماز میں سست دیکھیں تو اس کو چسُت بنائیں۔ اور اگر کسی میں اور کوئی ایسی غلطی جو ظاہر میں نظر آتی ہو۔ دیکھیں۔ تو اس کو رفع کرنے کی کوشش کریں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگوں کے عیب تلاش کرنے کے پیچھے لگ جائیں پس دوسروں کی اصلاح کا خیال رکھنا ایک نہایت ضروری امر ہے۔ تم اس کو خوب اچھی طرح یاد رکھو۔ ورنہ تم سے بھی وہ چیز جو تمہیں ملی ہے چھن جائیگی۔ جبکہ پہلوں سے جو تم سے زیادہ قوت ور اور طاقتور ہاتھ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے چھن گئی۔ جس طرح ایمان پہلوں سے گم ہو کر ثریا پر چلا گیا تھا۔ اب بھی جا سکتا ہے۔ اور روشنی کی بجائے اندھیرا آ سکتا ہے۔ وہ لوگ جو پہلے تھے۔ انھوں نے ایک ہزار سال تک اسلام کی شان دکھائی وہ ہزار سال تک اسلام کو سنبھالے بیٹھے رہے، مگر ابھی تم پر تو چالیس سال ہی گذرے ہیں، تمہیں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ کسی نے کہا ہے ؎

پھول تو اپنی بہار دلفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھِلے مُرجھا گئے

پہلوں پر افسوس کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ہاتھ ڈھیلے کر دیئے اور اسلام اُن سے چھن گیا مگر میں کہتا ہوں کہ وہ تو ہزار سال تک اسلام کو لیے رہے ہیں ہمیں تو ابھی پچاس سال بھی نہیں ہوتے۔ پس ہمیں ہوشیار رہنا چاہیئے اور پہلوں کی جن کمزوریوں کا ہمیں علم ہے وہ تو اپنے اندر نہ پیدا ہونے دینی چاہیئیں۔ حالانکہ دانا وہ ہوتا ہے۔ جو ان سوراخوں کو بھی بند کرنے کی کوشش کرتا ہے جن سے اُسے نقصان نہیں پہنچا ہوتا۔

پس ضروری ہے کہ اپنی فکر کے ساتھ ہمسایہ کی بھی فکر کرو اور شہر کی فکر کرو۔ ملک کی فکر کرو اور ساری دُنیا کی فکر کرو۔ اگر کوئی نماز میں سُست ہے تو اس کو چُست کرو۔ زکوٰۃ نہیں دیتا تو اس کو دینے کے لیے کہو۔ حج ذی استطاعت ہو کر نہیں کرتا۔ تو اس کو حج کرنے کے لیے تحریک کرو۔ کسی میں اخلاق کی کمزوری ہے۔ وہ دُور کرو۔ کسی میں غیبت کا مرض ہے۔ اس کو دُور کرو۔ کوئی دینی احکام کی نافرمانی اور ہنسی کرتا ہے۔ اس کو روکو۔ ان سب باتوں کی نگرانی ضروری ہے۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ وہ ایمان اور اخلاص جو حضرت صاحب پیدا کرنا چاہتے تھے وہ ہمارے نوجوانوں میں نہیں۔ اکثر نوجوانوں سے اگر کسی کام کے لیے کہا جائے۔ تو کہا جاتا ہے۔ پیسہ لاؤ۔ مگر اکثر بوڑھوں میں یہ بات نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معمر لوگوں نے اپنے آپ کو نوجوانوں سے علیحدہ کر لیا۔ اور انہیں ان کی غلطیوں سے آگاہ نہ کیا۔ یہ ان سے غلطی ہوئی۔ چاہیئے یہ کہ وہ لوگ جو قربانی اور ایثار کی رُوح اپنے اندر رکھتے ہیں۔ شریعت کے احکام پر پوری پابندی کے ساتھ چلتے ہیں۔ وہ نوجوانوں سے ملیں اور ان کو اپنے ساتھ ملنے کی تحریک کریں۔ تاکہ ان نوجوانوں میں بھی وہ روح پیدا ہو جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ ورنہ اگر وہ اسی طرح علیحدہ رہے تو اندیشہ ہے کہ ان کے بعد ان کی اولادیں خدا کی محبت نہ رہے گی۔ یہ بھی ایک بہت افسوسناک بات ہوگی۔ مگر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اولاد سے زیادہ خدا کی محبت کرنے والے دُنیا میں نہ رہیں گے۔ ہماری خوشی تو اس میں ہونی چاہیئے کہ خدا سے محبت کرنے والے دُنیا میں بڑھیں۔ اور اس کے دین اور شعائر کے پابند زیادہ ہوں۔ جس طرح خدا غیر فانی ہے۔ اس کے ساتھ محبت کرنے والے بھی غیر فانی ہونے چاہئیں۔ پس اپنے آپ پر خدا کی محبت کو ختم نہ کرو کہ تمہارے آنکھیں بند کرتے ہی تمہارے گھر میں خدا کا نام لینے والا کوئی نہ رہے۔ بلکہ یہ ہو کہ جب ہم مریں تو ہماری اولادیں اس بات کو قائم رکھیں۔ پھر ان کی اولادیں پھر ان کی اولادیں۔ پھر ان کی اولادیں۔ جہاں تک کہ یہ سلسلہ چل سکتا ہو۔

پس یہ ضروری ہے کہ نیکی کے کام خود کئے جائیں اور دوسروں سے کرائے جائیں۔ یہ بہت بڑا فرض ہے۔ اور جماعت کو اس طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین ؛

(الفضل ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۰ء)

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد۔ خلیفۃ المسیح الثالث کا ارشاد

مَیں پھر تمام جماعتوں کو، تمام عہدیداران خصوصاً امرائے اضلاع کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ قرآن کریم کا سیکھنا، جاننا، اس کے علوم کو حاصل کرنا اور اس کی باریکیوں پر اطلاع پانا، اور اُن راہوں سے آگاہی حاصل کرنا جو قربِ الٰہی کی خاطر قرآن کریم نے ہمارے لیے کھولی ہیں ازبس ضروری ہے۔ اس کے بغیر ہم وہ کام ہرگز سرانجام نہیں دے سکتے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے پس میں آپ کو ایک دفعہ پھر آگاہ کرتا ہوں اور متنبہ کرتا ہوں کہ آپ اپنے اصل مقصد کی طرف متوجّہ ہوں اور اپنی انتہائی کوشش کریں کہ جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہ رہے، نہ بڑا نہ چھوٹا، نہ مرد نہ عورت، نہ جوان نہ بچّہ کہ جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہ آتا ہو اور جس نے اپنے ظرف کے مطابق قرآن کریم کے معارف حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

خلافت رابعہ کی عظیم برکات

(پروفیسر محمد ارشد چوہدری)

خلافت احمدیہ کا دور رابع جماعت کی دوسری صدی کے سر پر قیام میں آیا۔ دوسری صدی احمدیہ کے تقاضے تجریدی ہونے کے ساتھ ساتھ تفوق علمی کے تقاضے بھی تھے کیونکہ دنیا کا مزاج اس حد تک علمی اور تحقیقی ہوچکا تھا کہ دنیا کی معلمی کی دعویدار جماعت کو عقلی اور سائنسی اعتبار سے بھی دجالی فتنوں کا مقابلہ کرنا تھا۔ علمائے مغرب کے اسلام پر حملے گو تنگ نظری اور تعصب کے آئینہ دار تھے لیکن ان حملوں کو علمی رنگ دے کر دجل کا مظاہرہ کیا گیا تھا اور یہ قلمی حملے مغربی مفکرین کے زیراثر اس قدر عالمگیر وسعت اختیار کر چکے تھے کہ ان کے سدباب کے لئے ایک مؤثر بین الاقوامی پلیٹ فارم کی ضرورت تھی جو بظاہر جماعت کی مالی اور انسانی استطاعت سے باہر تھا۔ INFORMATION مغرب کی لونڈی تھی۔ مغرب جس طرف چاہتا تھا اس کا رخ موڑ دیتا تھا اور غیر مغربی دنیا اس کی اتباع پر مجبور تھی۔ گویا کہ یہ حملے اس خوف کے بغیر جاری تھے کہ ان کا دفاع بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ مغرب اس حقیقت سے خوب واقف تھا کہ عالم اسلام ان حملوں سے دفاع سے نہ صرف عاجز ہے بلکہ خود عالم اسلام، اسلام پر ان حملوں میں ہر طرح سے ممد و معاون ہے۔ نظریاتی سطح پر مسلمان خود اپنی ہی غلطیوں سے مغرب سے مرعوب و مغلوب ہو کر اس کا ہمنوا بن چکا ہے اور اس کے پاس سوائے APOLOGIES کے کچھ باقی نہیں رہا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی دین اسلام سے ایک وعدہ کر رکھا تھا کہ ایک ایسا شخص مبعوث کیا جائے گا جو ان حالات میں بھی "لیظہرہ علی الدین کلہ" کا مصداق ہوگا۔ وہ ایسا ایسا قلمی اور علمی اسلحہ تیار کرے گا کہ جس کا توڑ ناممکن ہوگا۔ وہ قرآن کے مدفون خزائن کو ازسرنو نکال کر دنیا کے فلاسفروں کے منہ بند کردے گا۔ بنیادی طور پر تو ان علمی اور روحانی خزائن کی دریافت اور تقسیم کا کام ایک صدی قبل ہی وقوع میں آچکا تھا۔ لیکن ان کی مؤثر تقسیم کا کام ایک نئے انداز سے خلافت رابعہ کے دور میں شروع ہوا۔ اور اس سے قبل یہ کام عالمگیر اور مؤثر طور پر کرنا ممکن بھی نہیں تھا کیونکہ ابھی وہ وسائل اور ایجادات معرض وجود میں نہیں آسکی تھیں جو اس مشن کی تکمیل کے لئے ضروری تھیں۔ اس کام کو مؤثر طور پر سرانجام دینے کے لئے مصنوعی سیاروں کے ایک جال کی ضرورت تھی جو پورے کرہ ارض کو ایک ہی کلاس روم بنا سکے۔ اور ایک ہی معلم دنیا کی ساری زبانیں بیک وقت بول کر ہر قوم کو اس کی اپنی ہی زبان میں تعلیم دے سکے۔

جونہی یہ ذرائع معرض وجود میں آئے اللہ تعالیٰ نے ایک ابن فارس ایدہ اللہ کو ضروری صلاحیتوں سے نواز کر اس کام پر مامور فرما دیا۔ جو یہ کام بطریق احسن سرانجام دے رہا ہے۔ گو یہ کام ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں سے گزر رہا ہے لیکن دوربین آنکھ سے یہ اوجھل نہیں ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ ایک فیصلہ کن دور میں داخل ہوچکی ہے۔

اس نئے دور کی یہ خصوصیت خاص توجہ کی مستحق ہے کہ یہ کام خلیفہ وقت کے بغیر کسی کو نہ سوجھا اور نہ ہی سوجھ سکتا تھا۔ کیونکہ لیزر شعاؤں کی طرح جب تک جماعت کی علمی اور فکری شعاعیں نقطہ خلافت پر مجتمع نہ ہوں وہ اپنا اثر دکھانے کی اہل ہی نہیں ہوسکتیں۔ شعاعیں تو ہروقت موجود رہتی ہیں لیکن وہ مؤثر اسی وقت ہوسکتی ہیں جب انہیں فوکس کرکے ایک نقطہ واحد پر لایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی امیر ترین حکومتیں بھی اس نوعیت کا کام کرنے سے عاجز رہی ہیں اور رہیں گی جب تک کہ وہ نظام خلافت کے تحت ان امور کو سرانجام نہ دیں۔ مادی وسائل کا اجتماع اور ارتکاز تو اقوام عالم کے بس میں ہے اور وہ یہ کام مادی سطح پر کرنے کی اہل ہیں۔ لیکن اس کام کی سرانجام دہی میں جن غیر مادی وسائل کی ضرورت ہے وہ انہیں یسر نہیں ہیں۔ خلیفہ وقت کو جس طرح پر لاکھوں انسانوں کے دلوں، جذبات، خیالات اور فکر پر کنٹرول حاصل ہے اور وہ انہیں مجتمع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ دنیا کی دیگر تنظیمیں اور قومیں اس صلاحیت سے عاری ہیں۔ مثلاً اگر خلیفہ وقت چاہے کہ بغیر مادی وسائل کے ہزاروں انسانوں کو کسی تحقیقی پروجیکٹ پر اس طرح سے لگادے کہ وہ پروجیکٹ ان کا اوڑھنا بچھونا بن جائے تو اس کے لئے یہ کام چنداں مشکل نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی عام حکومت ہزاروں افراد کو کسی ایسے منصوبے پر لگانا چاہے تو اس کے لئے یہ کام نہ صرف مادی وسائل کا مسئلہ پیدا کردے گا بلکہ طرح طرح کے دیگر مسائل بھی پیدا کردے گا جن میں سے بعض غیرمادی مسائل کا حل اس حکومت کے بس میں ہی نہیں رہے گا۔

آخر وہ کونسی وجوہات ہیں کہ جو بھی قابل ذکر کام شروع ہوتا ہے یا سرانجام پاتا ہے تو وہ ہمیشہ خلافت ہی کے چشمے سے پھوٹتا ہے۔ کونسی وہ غیرخلافتی جماعت ہے جو کثیرالتعداد ہونے کے باوجود اس قلیل التعداد جماعت کے مقابل پر کھڑی ہوسکتی ہے۔ کیا بلحاظ وقف جان و مال و عزت کے اور کیا بلحاظ وحدت سیاہ و سپید کے اور کیا بلحاظ علم و معرفت کے کہ حکومتیں تک اس سے لرزاں و ترساں ہیں۔ وہ کونسی جماعت ہے جس کی تاریخ ہی طوفانوں سے رقم ہے اور طوفانوں نے ہمیشہ اس کی قدم بوسی کی ہے۔ جو عقل کے اندھیروں اور تدبیروں کے بیابانوں کو طے کرنے میں بےمثال ہے۔ جو دجال کی عقلی قید اور یاجوج و ماجوج کی افواج کے گھیرے سے نکل کر انہی کو فکری DUELS لڑنے کی دعوت دے رہی ہے۔ جس کا عزم نجوم کا محتاج نہیں ہے اور جس کی منزل لکیروں کی فقیر نہیں ہے۔

کہاں ہیں وہ نمرود جو اس جماعت کے تعاقب میں اپنے ناموں اور نشانوں تک کو کھو بیٹھے؟ کہاں ہیں وہ فرعون اور ہامان جو اس سے مقابلے میں اپنی ہڈیاں

اور جبڑے تک گنوا بیٹھے کہاں ہیں وہ اہل پیغام جو خلافت احمدیہ کے دائرے سے نکل کر دنیا کو فتح کرنے اٹھے تھے کہاں ہیں وہ حکومتیں جو آج بھی خلافت مسیح کے گرد حصار باندھنے میں مصروف ہیں لیکن ان کی دولتوں کے پہاڑ بھی ان کے کسی کام نہیں آ رہے اور خلافت کا جادو ان کے سروں پر چڑھ کر بول رہا ہے۔ اگر یہ خلافت کی برکات نہیں تو یہ سب مناظر کیا ہیں؟

شجر احمدیت کی شاخوں سے فوری رابطہ

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں یہ پہلی مرتبہ ممکن ہوا ہے کہ خلیفہ وقت کا جماعت کی ہر شاخ سے فوری اور مؤثر رابطہ قائم ہوا۔ گویا کہ خلیفہ وقت ہر وقت، ہر جگہ پر موجود ہے اور تمام براعظموں پر پھیلی ہوئی جماعت کی ذاتی نگرانی جس طرح پر خلافت رابعہ کے حصہ میں آئی ہے وہ اس سے قبل ممکن نہ تھی۔

اس ترقی کا تربیتی اور انتظامی اثر جو جماعت پر پڑا وہ محتاج بیان نہیں۔ فوری نوعیت کے جو امور اس سے قبل فوری طور پر طے نہیں پاسکتے تھے وہ اب بروقت طے پانے لگے وقت، توانائی اور کارکردگی کے ضیاع کا دائرہ کم سے کم تر ہوتا گیا اور ان قوتوں کا حاصل بین الاقوامی معیاروں کو چھونے لگا۔ وقت اور توانائی کی اس بچت نے کارکردگی کے نئے معیار اور ریکارڈ قائم کئے جو بتدریج بہتر سے بہتر ہوتے چلے جارہے ہیں۔

بعض امور انسانی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا فوری حل ہی ان کا واحد حل ہوتا ہے اور ان کے حل میں تاخیر ان کو لاینحل بنادینے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر INSTANT ACTION کی اہمیت مقامی اور علاقائی سطحوں کے مسائل کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے۔ جماعت کی بین الاقوامی LEAP کا تقاضا بھی یہی تھا۔

خلافت کا دنیا سے بلا واسطہ رابطہ

امامت اور خلافت کی جسمانی موجودگی (PHYSICAL PRESENCE) اقوام عالم کی MOLDING میں جو بنیادی کردار ادا کرسکتی ہے وہ اس کی فکری۔ آڈیو، ویڈیو اور دیگر موجودگیاں نہیں کرسکتیں۔ خلیفہ وقت کا خود کسی ملک میں جانا اور وہاں کے لوگوں سے ملنا دیگر صورتوں سے بہت زیادہ بااثر ہوتا ہے۔ بعض دفعہ جماعت کے سفارت کاروں کی سالہا سال کی محنت و کاوش بھی وہ اثر پیدا نہیں کرسکتی جو خلیفہ وقت کا ایک چند روزہ دورہ پیدا کردیتا ہے۔ رابطے کا یہ انداز نہ صرف مؤثر ترین انداز تعارف ہے بلکہ یہ ہر لحاظ سے ECONOMICAL بھی ہے۔ جو کوریج اربوں روپے کے اخراجات کا متقاضی ہوتا ہے وہ ٹکوں میں طے ہو جاتا ہے اور دیرپا بھی ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے اس لحاظ سے بھی ایک نئے دور احمدیت کا افتتاح فرمایا ہے۔ خلافت رابعہ سے قبل اس قدر وسیع الاثر بین الاقوامی رابطے کے لئے سازگار حالات موجود نہیں تھے اور یہ خلافت رابعہ کی خصوصی برکات میں سے ایک برکت ہے۔

احمدیہ ذرائع ابلاغ کا فروغ

خلافت رابعہ سے قبل احمدیہ ذرائع ابلاغ نیم بین الاقوامی مزاج کے حامل تھے۔ ان کے مزاج مقامی اور قومی زیادہ اور بین الاقوامی کم تھے۔ ان کے دائرہ ہائے اثر بھی اسی نوعیت کے تھے۔

دور خلافت رابعہ میں قائم کردہ رقیم پریس برطانیہ نے اس صورتحال کو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ پاکستان اور بعض دیگر ممالک میں احمدیہ پریس اور دیگر ذرائع ابلاغ پر جو پابندیاں عائد تھیں، ان پابندیوں کو کافی حد تک غیر مؤثر کرنے میں اس پریس نے اہم کردار ادا کیا۔

مسلم ٹی وی احمدیہ کا اجراء

ریڈیو اور ٹی وی جیسے اہم ذرائع ابلاغ ابھی تک جماعت کی مالی اور وسائلی استطاعت سے باہر تھے اور PRINT MEDIA کی اہمیت ریڈیو اور ٹی وی کے مقابلے میں خاطر خواہ طور پر کم ہوچکی تھی۔ ادھر جماعت کی ابلاغی ضروریات اپنی نوعیت، کیفیت اور حجم کے لحاظ سے متواتر بڑھ رہی تھیں اور جماعت کی دوسری صدی اس امر کی متقاضی تھی کہ جماعت کے اپنے ریڈیو اور ٹی وی ہوں اور ان کا دائرہ اثر بھی پورے کرہ ارض پر محیط ہو۔ یہ کام بظاہر ناممکن نظر آتا تھا، مالی وسائل کے اعتبار سے بھی اور انتظامی و انسانی وسائل کے اعتبار سے بھی۔ لیکن خلافت کی برکت سے یہ ناممکن کام بھی ممکن میں بدل گیا۔ اس کام کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ دشمنان احمدیت اپنے گال پیٹ کر بھی سرخ نہیں کرسکے۔ کہیں ڈش پر پابندی لگ چکی ہے اور کہیں اس کا مطالبہ جاری ہے۔ کہیں حکومتوں کو احمدیہ نیٹ ورک کی تقول قائم کرنے کی درخواست کی جارہی ہے تو کہیں اس نیٹ ورک کے مقابل پر اور نیٹ ورک قائم کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں، لیکن انکی پیش نہیں جارہی اور اگر کوئی پارٹی جماعت کی مخالفت میں کوئی ایسا سلسلہ قائم کر بھی لیتی ہے تو وہ بھی یقیناً تبلیغ احمدیت میں ممد ہوگی۔ کیونکہ ان کے پاس وہ علمی اسلحہ نہیں ہے جو خلافت احمدیہ کے پاس ہے۔

الفضل انٹرنیشنل کا اجراء

الفضل انٹرنیشنل کا اجراء بھی خلافت رابعہ کی برکات میں سے ایک اہم برکت ہے کیونکہ پاکستان سے شائع ہونے والا الفضل اور اس کی ترسیل و اشاعت حکومت پاکستان اور پاکستان کے نظام ڈاک کے رحم و کرم پر ہے۔ وہ جب چاہیں اسے اٹھاکر ضائع کردیں جبکہ انٹرنیشنل الفضل دنیا کے اکثر ممالک میں حفاظت سے پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح پر جماعت کا یہ اہم ترین رابطہ زیادہ مؤثر طریق پر اپنا کردار ادا کرسکتا ہے۔

وقف نو کی تحریک

جماعت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کا تقاضا تھا کہ احمدیت کی دوسری صدی کے تقاضوں کے پیش نظر واقفین کی تعداد کو غیر معمولی طور پر بڑھایا جائے اور اکیسویں صدی کی ضروریات کے حوالے سے ان کی مناسب تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے۔ اس سکیم کے تحت ۱۵ سے ۲۰ ہزار تک بچوں اور بچیوں کی رجسٹریشن ہوچکی ہے جس میں ہر رنگ و نسل کے بچے شامل ہیں اور اب اسے OPEN ENDED

(باقی صفحہ ۳۶ پر)

مجلس عرفان

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کی مجلس عرفان علم و معرفت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ قانونی پابندیوں کی وجہ سے اس میں کئی تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں۔ احباب کرام اصل کیسٹ ملاحظہ فرمائیں تو صحیح لطف حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ مجلس پروگرام ملاقات ۱۹ مئی ۹۵ء سے مرتب کی گئی ہے۔

سوال: ایک غیر از جماعت دوست نے یہ پوچھا ہے کہ جماعت احمدیہ میں داخلے کے لئے بیعت کی جو صورت رکھی گئی ہے اس کی دینی حیثیت کیا ہے اور کیا یہ ضروری ہے؟

جواب: کلام الٰہی جب دین حق کے اندر داخل ہونے کے ساتھ ایسی شرط شامل کی ہے جس کا بیعت سے تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ نے ایمان والوں کی جانوں اور اموال کا سودا کر لیا ہے..... تو عہد بیعت لینے کا عہد ہے۔ یعنی جان و مال ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار رہیں گے دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے بہت بڑا عہد ہے اور کلام الٰہی میں عہد موجود ہے۔ اگر بیعت نہیں کرو گے تو یہ عہد کیسے پورا ہو گا اس طرح سے یہ فرض ہر ایک فرد کے خیال میں رہے گا۔ اس لئے اس کی Formality اخفاء میں نہیں ہو سکتی۔ عہد بیعت لازم ہے۔ اس عہد کو ایک رسمی شکل میں پابند کرنے کی خاطر بیعت لی جاتی ہے۔

سوال: یہ جو پردے کا مسئلہ ہے خواتین کے پردے میں خواتین کی آواز کا بھی پردہ چاہئے۔ کلام الٰہی میں بھی ایسا ہی حکم سورہ احزاب میں آیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ پردے کے پیچھے سے بھی عورت کی آواز نہیں سننی چاہئے۔ تو کیا ایسی صورت میں پردے کے پیچھے بیٹھ کر خواتین کی آواز سننا مناسب ہے۔

جواب: انسان کو حقیقت پسند ہونا چاہئے یہ جو سورہ احزاب والی بات ہے اس میں ایک معین عورت ایک معین شخص سے بات کر رہی ہے جس کے دل میں مرض ہے وہ اس کے متعلق مرض پیدا کر کے اس عورت کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ جو موجودہ صورت ہے۔ ٹیلی ویژن کے ذریعے اتنے لمبے فاصلوں سے غیر معروف طور پر کوئی بات ہو۔ یہ بھی پتہ نہیں کہ گانے والا کون ہے تو وہ مرض پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر وہ کرے تو اس کا کوئی نقصان اس فریق کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے ایک دو دفعہ جب ایسی نظمیں پڑھنے والی عورتوں کے نام بیان ہوئے تو پھر میں نے یہ بھی بند کروا دیا۔ میں نے کہا کہ نام بھی نہیں لینا کیونکہ جب نام لو گے تو ایک شخص سے تعلق قائم ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے کوئی مریض آدمی کوئی خط و کتابت شروع کر دے تو یہ جو آواز ہے۔ وہ (کلام الٰہی) کے پردے کے منافی نہیں لیکن شرط وہی ہے کہ دین کی باتیں ہوں تاکہ وہ جو بیہودہ لوگ ہیں ان کے دماغ میں کوئی شائبہ بھی نہ آئے اس قسم کی بات کا۔

سوال: باکسنگ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ یہ خطرناک کھیل ہے کیا اس پر پابندی لگا دینی چاہئے؟

جواب: کھیلوں میں ایک امکان تو نقصان کا ہوتا ہے۔ لیکن ظلم اور بربریت Brutality اگر بڑھ جائے اور آرٹ کم ہو جائے تو یہ توازن قائم کرنا قوم کا فرض ہے لیکن رجحان اس طرف بڑھتا جا رہا ہے ویسے تو فٹ بال میں بھی ٹانگیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ ہر کھیل میں ایک رسک (Risk) ہے لیکن وہاں آرٹ کا فیکٹر Factor اور صحت کا جو پہلو ہے وہ نقصان سے نمایاں طور پر بالا اور فائق ہے۔ اور کلام الٰہی کا یہ اصول ہے حرام و حلال کے طے کرنے میں جہاں ضرورت حال معین نہیں ہے وہاں ہر جگہ یہ اصول چلتا ہے تو جو حالات سامنے آ رہے ہیں اس سے لگتا ہے کہ یہ جو کھیل ہے اور جو دوسری فری ریسلنگ اور فائیٹنگ وغیرہ ان میں ظلم و بربریت کا فیکٹر زیادہ ہے۔ اس کے خلاف بیان کرنے والوں نے اس وقت تک صرف یہ محسوس کیا ہے کہ جو شخص کھیل رہا ہے اس کو چوٹ لگ کر اس کے دماغ پر اثر پڑ سکتا ہے یہ سوچ کی طرز غلط ہے۔ میں جس ظلم و بربریت کی بات کر رہا ہوں یہ سوسائٹی پر اثر کا تعلق ہے۔ چھوٹے بچے بھی جب ریسلنگ دیکھتے ہیں یوں مار رہے ہیں اور چھریاں مارتے ہیں اور رئیل فائیٹ کرتے ہیں ان سے ان کا انسانی قدروں کا معیار گر جاتا ہے اور بہیمیت کے جذبے زیادہ نمایاں ہو جاتے ہیں قومی تربیت پر جن کھیلوں کا بہت برا اثر پڑے وہاں تماشے کا عنصر اس کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتا وہ تماشا نہ ہو تو بہتر ہے۔

سوال: کلام الٰہی میں وضو کے متعلق بڑی تفصیل سے بیان کی گیا ہے لیکن اس کے مقابلے پہ نماز کی تفاصیل جو ہیں ان کا ذکر کم ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب یہ ٹھیک ہے۔ کہ اس کی تفصیل کہ کس طرح پڑھنی ہے یہ بیان نہیں فرمائی گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ کلام الہٰی نے آنحضرت ﷺ کو ماڈل بنایا اور نماز روزمرہ کی ایسی چیز تھی جو صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھی اور یہ بنیادی ذکر کر کے کہ کس طرح کرنا ہے آپ نے ماڈل دے دیا۔ وضو جو ہے اس میں رسول اللہ ﷺ ہر وقت ہر ایک کے سامنے ماڈل نہیں تھے۔ کیونکہ وضو علیحدگی میں کیا جاتا ہے شاذ کے طور پر سامنے آتا ہے اور جہاں یہ خطرہ تھا کہ وضو کے متعلق بے احتیاطیاں ہو جائیں گی اور تمام تقاضے پورے نہیں ہوں گے وہاں اللہ تعالیٰ نے کھول دیا ہے اس لئے وہاں کوئی خطرہ نہیں پیدا ہوا باوجود تفصیل نہ ہونے کے سب کو تفصیل سے پیغام مل گیا ہے۔ وضو پر کلام الہٰی زور نہ دیتا تو بہت زیادہ مشکلات پیدا ہوتیں ابھی بھی لوگ بے احتیاطیاں کر جاتے ہیں اس لئے کہ وضو ایک اور بارڈر لائن پر ہے۔ انسانی فطرت کی وجہ سے ایک خطرہ لاحق ہوتا ہے اور جو خطرے کی چیز ہو اس میں انسان زیادہ بے احتیاطی کر جاتا ہے۔ اکثر عورتوں میں ہم نے یہ رجحان دیکھا ہے کہ تیمم کیا اور بیٹھ کے نماز پڑھ لی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کلام الہٰی فطرت کی کتاب ہے۔

سوال یہود کے لئے دو تباہیاں مقرر ہیں ان میں سے ابھی ایک ہوئی ہے۔ اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔

جواب سوال یہ ہے کہ ہم تباہی کیوں چاہتے ہیں؟ یہ تو بہیمیت کے ابھرنے والی بات ہے ہماری خواہش یہ ہونی چاہئے اور دعا ہونی چاہئے کہ جن یہود کے بارے میں خدا تعالیٰ بار بار فرما چکا ہے غیر معمولی صلاحیتیں عطا کر چکا ہے۔ ان کی صلاحیتوں کو بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے استعمال کرنے کی توفیق بخشے اور یہ قوم جو اپنی جان پر ایک ظلم کر کے مصیبت میں مبتلا چلی آرہی ہے اس کو نجات بخشے۔ ہماری یہ دعا ہونی چاہئے۔ یہ خواہش ہونی چاہئے۔ اگر کوئی اس کے نتیجے میں کہہ دے کہ یہ یہود کے ایجنٹ ہیں تو جو مرضی کرے رحمت کے تقاضے سے اگر کسی کی ہمدردی کی جائے یا دعا کی جائے تو اس کا نام ایجنٹ رکھا جائے تو یہ زیادتی ہے۔ خدا کی تقدیر اوپر لکھی ہوئی موجود ہے تو وہ تو ہو کے رہے گی۔ وہاں قطعی بات موجود ہے اگر تم نے یہ نہ کیا تو ایسا عذاب آئے گا جو ملیا میٹ کر دے گا اور غالباً ایسا ہی ہے جس کے بعد دوبارہ اٹھیں گے ہی نہیں کیونکہ دو دفعہ تو عذاب کا ذکر ہے۔ اس کے بعد تیسرے کا ذکر نہیں مل رہا۔

سوال تمام دنیا میں موسم کی تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ جیسا کہ یورپ میں گرمیاں جو ہیں شدت اختیار کر رہی ہیں اور اس کی ایک وجہ شاید اوزون لیئر Layer میں ہونے والے سوراخ ہیں۔ یا ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے ہے۔ کیا کلام الہٰی کی تعلیم میں اس کا کہیں ذکر ہے۔

جواب نہیں! یہ جو تبدیلیاں ہیں اوزون کی وجہ سے نہیں ہیں اس کی وجہ ریڈئیشن اور کاسمک ریز کا زمین تک پہنچنا ہے یہ جو آپ کہہ رہے ہیں یہ گرمیاں وغیرہ یہ وہ چیز ہے جو گرین ہاؤس ایفیکٹ Green House effect کہلاتا ہے جب انڈسٹری زیادہ ہو جائے اور ہوا میں آلودگی گرد و غبار دھواں بڑھ جائے تو اس کے نتیجہ میں زمین کے اوپر ایک تہہ بن جاتی ہے جو زمین کی گرمی کو اوپر نہیں جانے دیتی اور اس کے نتیجے میں ایک لمبا عرصہ ہے جس میں پھر برفیں پگھلنا شروع ہوتی ہیں پھر سمندر کی لہریں اونچی ہونی شروع ہو جاتی ہیں اس کے نتیجے میں بعض تباہیاں آتی ہیں تو یہ ایک لمبا سلسلہ ہے ہر نسل کے لئے ممکن نہیں کہ اس کا ایک کنارہ دیکھے پھر دوسرا بھی دیکھ لے ہم اس وقت درمیانی دور سے گزر رہے ہیں لیکن یہ خطرہ یقیناً ہے کہ اگر ایک ڈگری بھی دنیا کا ٹمپریچر اونچا ہو جائے۔ تو بہت سے جزائر ڈوب جائیں گے اور زمین کا جغرافیہ بدلنا شروع ہو جائے گا۔ اور یہ مون سون اور دوسرے بارشوں کے رخ ہیں ان میں بھی تبدیلی واقع ہو جائے گی اور بہت سے اثرات ظاہر ہوں گے جو انسانوں کے لئے خطرناک ہو سکتے ہیں۔ یہ ماحولیاتی آلودگی کا دوسرا پہلو ہے جو لانگ ٹرم ہے یہ پولیوشن کا ختم کرنا ان کو بچا نہیں سکے گا چاہے افریقہ میں پھینک دیں یا ناروے میں Dump کر دیں۔ اس سے عالمی تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔ مجھے کلام الہٰی کے مطالعہ سے یہ تاثر ہے کہ یورپ کے موسم بدل جائیں گے اور خشکی آجائے گی۔ اور اس کے نتیجے میں ان کی جو مٹی ہے وہ صرف سطح پر زرخیز ہے اس میں فرق آجائے گا ایسی صورت میں اکثر غیر معمولی تباہی آتی ہے اور دنیا کے نقشے بگڑ جاتے ہیں۔ سارے یورپ کی زرخیزی سطحی ہے۔ گہری نہیں ہے۔ جن ممالک میں مٹی کی سطح زیادہ گہری ہے وہاں چند سال کے قحط سے نقشے نہیں بدلتے۔ ایک بارش آجائے پھر وہ اسی طرح ٹھیک ٹھاک ہو جاتے ہیں۔ خطرہ یہ ہے کہ ان علاقوں میں جو مغربی علاقے خصوصیت سے عیسائی علاقے ہیں ان میں سطح ارض خشک ہو کر ویران ہو جائے گی۔ اور یہ نتیجہ اس ماحولیاتی آلودگی کے نتیجے میں بھی ابھرتا ہے۔ پولیوشن کے نتیجے میں جو تبدیلیاں آرہی ہیں ان سے بھی یہ چیز رونما ہو سکتی ہے۔

مجلس عرفان

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کی مجلس عرفان علم و معرفت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ قانونی پابندیوں کی وجہ سے اس میں کئی تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں۔ احباب کرام اصل کیسٹ ملاحظہ فرمائیں تو صحیح لطف حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ مجلس پروگرام ملاقات 19۔ مئی 95ء سے مرتب کی گئی ہے۔

سوال ایک غیر از جماعت دوست نے یہ پوچھا ہے کہ جماعت احمدیہ میں داخلے کے لئے بیعت کی جو صورت رکھی گئی ہے اس کی دینی حیثیت کیا ہے اور کیا یہ ضروری ہے؟

جواب:۔ کلام الٰہی نے دین حق کے اندر داخل ہونے کے ساتھ ایسی شرط شامل کی ہے جس کا بیعت سے تعلق ہے۔ (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ نے ایمان والوں کی جانوں اور اموال کا سودا کر لیا ہے)..... تو عہد بیعت بکنے کا عہد ہے۔ یعنی جان و مال ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار رہیں گے دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے بہت بڑا عہد ہے اور کلام الٰہی میں عہد موجود ہے۔ اگر بیعت نہیں کرو گے تو یہ عہد کیسے پورا ہو گا اس طرح سے یہ فرض ہر ایک فرد کے خیال میں رہے گا۔ اس لئے اس کی Formality اخفاء میں نہیں ہو سکتی۔ عہد بیعت لازم ہے۔ اس عہد کو ایک رسمی شکل میں پابند کرنے کی خاطر بیعت لی جاتی ہے۔

سوال یہ جو پردے کا مسئلہ ہے خواتین کے پردے میں خواتین کی آواز کا بھی پردہ چاہئے۔ کلام الٰہی میں بھی ایسا ہی حکم سورہ احزاب میں آیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ پردے کے پیچھے سے بھی عورت کی آواز نہیں سننی چاہئے۔ تو کیا ایسی صورت میں پردے کے پیچھے بیٹھ کر خواتین کی آواز سننا مناسب ہے۔

جواب انسان کو حقیقت پسند ہونا چاہئے یہ جو سورہ احزاب والی بات ہے اس میں ایک معین عورت ایک معین شخص سے بات کر رہی ہے جس کے دل میں مرض ہے وہ اس کے متعلق مرض پیدا کر کے اس عورت کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ جو موجودہ صورت ہے۔ ٹیلی ویژن کے ذریعے سے لمبے فاصلوں سے غیر معروف طور پر کوئی بات ہو۔ یہ بھی پتہ نہیں کہ گانے والا کون ہے تو وہ مرض پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر وہ کرے تو اس کا کوئی نقصان اس فریق کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے ایک دو دفعہ جب ایسی نظمیں پڑھنے والی عورتوں کے نام بیان ہوئے تو پھر میں نے سختی سے بند کرا دیا۔ میں نے کہا کہ نام بھی نہیں لینا کیونکہ جب نام لو گے تو ایک شخص سے تعلق قائم ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے کوئی مریض آدمی کوئی خط و کتابت شروع کر دے تو یہ جو آواز ہے۔ وہ (کلام الٰہی) کے پردے کے منافی نہیں لیکن شرط وہی ہے کہ دین کی باتیں ہوں تاکہ وہ جو بیہودہ لوگ ہیں ان کے دماغ میں کوئی شائبہ بھی نہ آئے اس قسم کی بات کا۔

سوال باکسنگ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ یہ خطرناک کھیل ہے کیا اس پر پابندی لگا دینی چاہئے؟

جواب کھیلوں میں ایک امکان تو نقصان کا ہوتا ہے۔ لیکن ظلم اور بربریت Brutality اگر بڑھ جائے اور آرٹ کم ہو جائے تو یہ توازن قائم کرنا قوم کا فرض ہے ایک رجحان اس طرف بڑھتا جا رہا ہے ویسے تو فٹ بال میں بھی ٹانگیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ ہر کھیل میں ایک رسک (Risk) ہے لیکن وہاں آرٹ کا فیکٹر Factor اور صحت کا جو دخل ہے وہ نقصان سے نمایاں طور پر بالا اور فائق ہے۔ اور کلام الٰہی کا یہ اصول ہے۔ حرام و حلال کے طے کرنے میں جہاں صورت حال معین نہیں ہے وہاں ہر جگہ یہ اصول چلتا ہے تو جو حالات سامنے آ رہے ہیں اس سے لگتا ہے کہ یہ جو کھیل ہے اور جو دوسری فری ریسلنگ، بل فائٹنگ وغیرہ ان سب میں ظلم و بربریت کا فیکٹر زیادہ ہے۔ اس کے خلاف بات کرنے والوں نے اس وقت تک صرف یہ محسوس کیا ہے کہ جو شخص کھیل رہا ہے اس کو چوٹ لگ کر اس کے دماغ پر اثر پڑ سکتا ہے۔ یہ سوچ کی طرز غلط ہے۔ میں جس ظلم و بربریت کی بات کر رہا ہوں یہ سوسائٹی پر اثر کا تعلق ہے۔ چھوٹے بچے بھی جب ریسلنگ دیکھتے ہیں یوں مار رہے ہیں اور پھریوں مارتے ہیں اور بل فائیٹ کرتے ہیں ان سے ان کا انسانی قدروں کا معیار گر جاتا ہے اور بہیمیت کے جذبے زیادہ نمایاں ہو جاتے ہیں قومی تربیت پر جن کھیلوں کا بہت برا اثر پڑے وہاں تماشے کا عنصر اس کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتا وہ تماشا نہ ہو تو بہتر ہے۔

سوال کلام الٰہی میں وضو کے متعلق بڑی تفصیل سے بیان کی گیا ہے لیکن اس کے مقابلے پہ نماز کی تفاصیل جو ہیں ان کا ذکر کم ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب یہ ٹھیک ہے۔ کہ اس کی تفصیل کہ کس طرح پڑھنی ہے یہ بیان نہیں فرمائی گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ کلام الٰہی نے آنحضرت ﷺ کو ماڈل بنایا اور نماز روزمرہ کی ایسی چیز تھی جو صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھی اور یہ بنیادی ذکر کرکے کہ کس طرح کرنا ہے آپ نے ماڈل دے دیا۔ وضو جو ہے اس میں رسول اللہ ﷺ ہر وقت ہر ایک کے سامنے ماڈل نہیں تھے۔ کیونکہ وضو علیحدگی میں کیا جاتا ہے شاذ کے طور پر سامنے آتا ہے اور جہاں یہ خطرہ تھا کہ وضو کے متعلق بے احتیاطیاں ہو جائیں گی اور تمام تقاضے پورے نہیں ہوں گے وہاں اللہ تعالیٰ نے کھول دیا ہے اس لئے وہاں کوئی خطرہ نہیں پیدا ہوا باوجود تفصیل نہ ہونے کے سب کو تفصیل سے پیغام مل گیا ہے۔ وضو پر کلام الٰہی زور نہ دیتا تو بہت زیادہ مشکلات پیدا ہوتیں ابھی بھی لوگ بے احتیاطیاں کرجاتے ہیں اس لئے کہ وضو ایک اور بارڈر لائن پر ہے۔ انسانی فطرت کی وجہ سے ایک خطرہ لاحق ہوتا ہے اور جو خطرے کی چیز ہو اس میں انسان زیادہ بے احتیاطی کرجاتا ہے۔ اکثر عورتوں میں ہم نے یہ رجحان دیکھا ہے کہ تیمم کیا اور بیٹھ کے نماز پڑھ لی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کلام الٰہی فطرت کی کتاب ہے۔

سوال یہود کے لئے دو تباہیاں مقرر ہیں ان میں سے ابھی ایک ہوئی ہے۔ اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔

جواب سوال یہ ہے کہ ہم تباہی کیوں چاہتے ہیں؟ یہ تو بہیمیت کے ابھرنے والی بات ہے ہماری خواہش یہ ہونی چاہئے اور دعا ہونی چاہئے کہ جن یہود کے بارے میں خدا تعالیٰ بار بار فرما چکا ہے غیر معمولی صلاحیتیں عطا کرچکا ہے۔ ان کی صلاحیتوں کو بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے استعمال کرنے کی توفیق بخشے اور یہ قوم جو اپنی جان پر ایک ظلم کرکے مصیبت میں مبتلا چلی آرہی ہے اس کو نجات بخشے۔ ہماری یہ دعا ہونی چاہئے۔ یہ خواہش ہونی چاہئے۔ اگر کوئی اس کے نتیجے میں کہہ دے کہ یہ یہود کے ایجنٹ ہیں تو جو مرضی کرے رحمت کے تقاضے سے اگر کسی کی ہمدردی کی جائے یا دعا کی جائے تو اس کا نام ایجنٹ رکھا جائے تو یہ زیادتی ہے۔ خدا کی تقدیر اوپر لکھی ہوئی موجود ہے تو وہ تو ہو کے رہے گی۔ وہاں قطعی بات موجود ہے اگر تم نے یہ نہ کیا تو ایسا عذاب آئے گا جو ملیا میٹ کردے گا اور غالباً ایسا ہی ہے جس کے بعد دوبارہ اٹھیں گے ہی نہیں کیونکہ دو دفعہ تو عذاب کا ذکر ہے۔ اس کے بعد تیسرے کا ذکر نہیں مل رہا۔

سوال تمام دنیا میں موسم کی تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ جیسا کہ یورپ میں گرمیاں جو ہیں شدت اختیار کر رہی ہیں اور اس کی ایک وجہ شاید اوزون لیئر Layer میں ہونے والے سوراخ ہیں۔ یا ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے ہے۔ کیا کلام الٰہی کی تعلیم میں اس کا کہیں ذکر ہے۔

جواب نہیں! یہ جو تبدیلیاں ہیں اوزون کی وجہ سے نہیں ہیں اس کی وجہ ریڈیئیشن اور کاسمک ریز کا زمین تک پہنچنا ہے یہ جو آپ کہہ رہے ہیں یہ گرمیاں وغیرہ یہ وہ چیز ہے جو گرین ہاؤس ایفیکٹ Green House effect کہلاتا ہے جب انڈسٹری زیادہ ہو جائے اور ہوائیں آلودگی گرد و غبار دھواں بڑھ جائے تو اس کے نتیجہ میں زمین کے اوپر ایک تہہ بن جاتی ہے جو زمین کی گرمی کو اوپر نہیں جانے دیتی اور اس کے نتیجے میں ایک لمبا عرصہ ہے جس میں پھر برفیں پگھلنا شروع ہوتی ہیں پھر سمندر کی لہریں اونچی ہونی شروع ہو جاتی ہیں اس کے نتیجے میں بعض تباہیاں آتی ہیں تو یہ ایک لمبا سلسلہ ہے ہر نسل کے لئے ممکن نہیں کہ اس کا ایک کنارہ دیکھے پھر دوسرا بھی دیکھ لے ہم اس وقت درمیانی دور سے گزر رہے ہیں لیکن یہ خطرہ یقیناً ہے کہ اگر ایک ڈگری بھی دنیا کا ٹمپریچر اونچا ہو جائے۔ تو بہت سے جزائر ڈوب جائیں گے اور زمین کا جغرافیہ بدلنا شروع ہو جائے گا۔ اور یہ مون سون اور دوسرے بارشوں کے رخ ہیں ان میں بھی تبدیلی واقع ہو جائے گی اور بہت سے اثرات ظاہر ہوں گے جو انسانوں کے لئے خطرناک ہو سکتے ہیں۔ یہ ماحولیاتی آلودگی کا دوسرا پہلو ہے جو لانگ ٹرم ہے یہ پولیوشن کا ختم کرنا ان کو بچا نہیں سکے گا چاہے افریقہ میں پھینک دیں یا ناروے میں Dump کر دیں۔ اس سے عالمی تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔ مجھے کلام الٰہی کے مطالعہ سے یہ تأثر ہے کہ یورپ کے موسم بدل جائیں گے اور خشکی آجائے گی۔ اور اس کے نتیجے میں ان کی جو مٹی ہے وہ صرف سطح پر زرخیز ہے اس میں فرق آجائے گا ایسی صورت میں اکثر غیر معمولی تباہی آتی ہے اور دنیا کے نقشے بگڑ جاتے ہیں۔ سارے یورپ کی زرخیزی سطحی ہے۔ گہری نہیں ہے۔ جن ممالک میں مٹی کی سطح زیادہ گہری ہے وہاں چند سال کے قحط سے نقشے نہیں بدلتے۔ ایک بارش آجائے پھر وہ اسی طرح ٹھیک ٹھاک ہو جاتے ہیں۔ خطرہ یہ ہے کہ ان علاقوں میں جو مغربی علاقے خصوصیت سے عیسائی علاقے ہیں ان میں سطح ارض خشک ہو کر ویران ہو جائے گی۔ اور یہ نتیجہ اس ماحولیاتی آلودگی کے نتیجے میں بھی ابھرتا ہے۔ پولیوشن کے نتیجے میں جو تبدیلیاں آرہی ہیں ان سے بھی یہ چیز رونما ہو سکتی ہے۔

جہل کی تاریکیاں اور سوء ظن کی تندباد

(اخبار نوائے وقت لاہور میں شائع ہونے والے ایک مضمون بعنوان "قادیانی کافر کیوں؟" پر تبصرہ)

مجھ کو کافر کہتے ہیں میں بھی اُنہیں مومن کہوں
گر نہ ہو پرہیز کرنا جھوٹ سے دِیں کا شعار

(جمال الدین شمس)

روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۶ تا ۱۸ جنوری ۱۹۹۸ء میں محمد طاہر مرزا قادری صاحب کا ایک مضمون "قادیانی کافر کیوں؟" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ مضمون کا آغاز درج ذیل الفاظ سے کیا گیا ہے:

"قرآن کی رو سے مغلوں میں نبوت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں قرآنی آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ سورۃ حدید نمبر ۲۶ ترجمہ: اور بے شک ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی...... سورۃ نساء نمبر ۵۴ تو ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی......آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اولاد ابراہیم سے باہر نبوت، کتاب اور حکمت نہیں ہے اور چونکہ مغل اولاد ابراہیم نہیں ہیں اس واسطے ان میں نبوت بھی نہیں ہے"۔

نہ معلوم محمد طاہر مرزا قادری صاحب نے ان جیسی آیات سے یہ کیسے نتیجہ نکال لیا ہے کہ اولاد ابراہیمؑ سے باہر نبوت، کتاب اور حکمت نہیں ہے جبکہ قرآن مجید بعثت انبیاء کا عالمی تصور پیش کرتا ہے۔ سورۃ الفاتحہ کی ابتداء میں ہی "رب العالمین" کا ذکر کیا گیا ہے نہ کہ بائبل کی طرح "اسرائیل کے خدا" کا ذکر کیا ہے۔ یہود تو اپنی قومی فضیلت کا اعلان کرتے ہی ہیں اور اسی بناء پر تمام عالم پر حکمرانی کرنا اپنا حق تصور کرتے ہیں محمد طاہر مرزا قادری صاحب کی شکل میں انہیں ایک مؤید بھی مل ہی گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نعماء کو کتاب و حکمت کی شکل میں اولادِ ابراہیم سے مخصوص کرنا اور باقی تمام اقوام عالم کو محروم قرار دینا قادری صاحب کا ہی تصور ہو سکتا ہے قرآن کریم کا نہیں۔ قرآن مجید میں تو بنی اسرائیل کے علاوہ بہت سی قوموں کی طرف رسولوں کی بعثت کا ذکر فرماتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱)...... سورۃ الانعام آیت ۴۲ میں فرمایا: "اور ہم تجھ سے پہلی قوموں کی طرف رسول بھیج چکے ہیں۔

(۲)...... سورۃ یونس آیت ۳ میں فرمایا: "کیا لوگوں کو ہمارا ان میں سے ایک شخص پر وحی کرنا عجیب لگتا ہے"۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے "الناس" کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو ہر قوم پر دلالت کرتا ہے۔

(۳)...... سورۃ رعد آیت ۷ میں فرمایا: "وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" اور ہر ایک قوم کے لئے (خدا کی طرف سے) ایک رہنما بھیجا جا چکا ہے۔

(۴)...... سورۃ الروم آیت ۴۷ میں فرمایا: اور ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول ان کی قوموں کی طرف بھیجے تھے۔

(۵)...... سورۃ فاطر آیت ۲۴ میں فرمایا، ہم نے تجھے ایک قائم رہنے والی صداقت کے ساتھ ایک خوشخبری دینے والا اور ہوشیار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں خدا کی طرف سے ہوشیار کرنے والا نہ آیا ہو۔

(۶)...... سورۃ النحل آیت ۳۷ میں فرمایا وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا۔ کہ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا۔

ان واضح آیات قرآنی کے برخلاف یہ کہنا کہ نبوت و حکمت صرف حضرت ابراہیمؑ کی ہی اولاد سے خاص ہے ان کے علاوہ کسی اور قوم میں نبوت نہیں یہ جسارت قادری صاحب ہی کر سکتے ہیں حالانکہ انہوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ:

"چونکہ قرآن میں سب کچھ سچ ہے اور یہی میرا ایمان بھی ہے"۔

اگر قادری صاحب واقعۃً قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں تو انہیں اپنا پیش کردہ مؤقف تبدیل کرنا ہوگا۔ قادری صاحب ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا قانون قدرت ہر فرد بشر پر یکساں اثر انداز ہے۔ کسی مومن، غیر مومن اولاد ابراہیمؑ اور غیر میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ کا سورج ہر ایک قوم اور علاقہ پر چمکتا اور بارش ہر ایک جگہ برستی ہے اور ہر قوم کو فیض پہنچاتی ہے۔ ورنہ سورۃ القصص آیت ۴۷ کے مطابق دوسری اقوام کے لوگ خدا تعالیٰ کے حضور یہ عذر پیش کریں گے کہ "اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم تیری آیتوں کے پیچھے چلتے اور مومنوں میں سے بن جاتے۔" سورۃ طٰہٰ آیت ۱۳۴ میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔

ان آیات کے مضمون سے واضح ہو گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے مطابق مختلف علاقوں اور اقوام میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے اور ان علینا للھدیٰ کے وعدہ کو خوب نبھایا ہے۔

جناب مرزا طاہر قادری کی حیرانی بھی دیکھیں، لکھتے ہیں:

"حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ ہے تو مغل برادری کا فرد اور خود اپنے آپ کو اسرائیلی کہلواتا ہے جو کہ غیر مسلم ہیں۔ قادیانیوں کی سمجھ میں اتنی آسان بات کیوں نہیں آتی کہ اسرائیلی تو کافر ہیں وہ تو مسلمان بھی نہیں ہیں تو مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان کس قانون کی رو سے سمجھتے ہیں اور نبی کیوں کہتے ہیں؟"

(نوائے وقت ۱۶ر جنوری ۱۹۹۸ء)

محمد طاہر قادری صاحب نے قرآن مجید کی چھ آیات کا حوالہ دے کر آغاز مضمون میں اس بات پر زور دیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے باہر کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ مگر اب مذکورہ بالا حوالہ میں اولاد حضرت ابراہیمؑ کو کافر قرار دے کر حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت کے اعلان کو ماننے پر احمدیوں پر حیرانی کا اظہار کر رہے ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ اس قدر "تحقیقی مضمون" پیش کرنے والا مدعی اس بات سے غافل ہے کہ اسرائیلی ہونا غیر مسلم اور کافر ہونے کا ثبوت نہیں۔ ورنہ تمام وہ افغانستان کے پٹھان اور کشمیر میں آباد کشمیری مسلمان قبائل جو بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے ہیں وہ محمد طاہر مرزا قادری صاحب کے بقول کافر قرار پائیں گے۔ یہ بات اعلانیہ کسی پٹھان مسلمان کو کہہ کر تو دیکھیں وہ اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت ان کو دیتا ہے یا نہیں۔

☆......☆......☆

محمد طاہر مرزا قادری صاحب نے بانی جماعت احمدیہ کے اردو، عربی، انگریزی الہامات کا ذکر کرنے کے بعد استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

"مجھے تو کافی تلاش کے بعد بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب میں کہیں بھی پنجابی زبان کا الہام نہیں ملا۔ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی مادری زبان پنجابی میں کوئی الہام نہیں تو پھر سرے سے کوئی الہام ہی نہیں"۔

نیک فطرت انسان کے لئے ایک نشان ہی کافی ہوا کرتا ہے مگر جنہوں نے نہ ماننے اور انکار کا تہیہ ہی کر رکھا ہو وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ جیسی عظیم صداقت کو دیکھ کر بھی یہی رٹ لگائے رکھتے ہیں:

"کیا اللہ نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے؟"

(سورۃ الفرقان آیت نمبر ۴۱)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی مادری زبان پنجابی تھی۔ کسی سکول، کالج میں انہوں نے انگریزی کی تعلیم نہ پائی تھی۔ اس لئے سنسکرت، عربی، فارسی، لاطینی زبانوں میں اپنی طرف سے بات بنا کر پیش نہ کر سکتے تھے۔ ان کا ان زبانوں میں الہامات کو پیش کرنا خوف خدا رکھنے والے کے لئے ان کی صداقت کا عظیم ثبوت ہے۔ مگر قادری صاحب کو کس طرح سمجھ آئے۔

باقی رہا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی پر پنجابی زبان میں الہام کا ذکر تو قادری صاحب کی خدمت میں درخواست ہے کہ جماعت احمدیہ کا اخبار "بدر" ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۸ اور "الحکم" ۱۰/ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۴ کا مطالعہ کریں۔ انہیں پنجابی میں الہام لکھا ہوا ملے گا "جے تو ل میرا ہور ہیں سب جگ تیرا ہو"۔

☆(۲) "عشق الٰہی وسے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی"۔

(البدر ۸/ مئی ۱۹۰۳ء)

☆(۳) "مینوں کوئی نئیں کہہ سکدا کہ ایسی آئی جس نے ایہہ مصیبت پائی"۔ (الحکم ۱۰/ جون ۱۹۰۳ء)

☆(۴) "واللہ! واللہ! سدھا ہویا اَولا"

(الحکم ۲۴/ دسمبر ۱۹۰۷ء اور بدر ۲۶/دسمبر ۱۹۹۷ء)

☆(۵) "ہُن اُسد الیکھا خدا نال جا پیا اے"۔

(بدر ۴/اپریل ۱۹۰۷ء اور الحکم ۳۱/ مارچ ۱۹۰۷ء)

قادری صاحب نے تو کسی ایک الہام کے پنجابی میں ہونے کا انکار کیا ہے میں نے پانچ درج کر دئے ہیں۔

☆......☆......☆

۱۶/ جنوری ۱۹۹۸ء کی اشاعت میں آخری نصیحت

محمد طاہر مرزا قادری صاحب کی احمدیوں کو یہ ہے کہ:

"قادیانیوں کو بھی عربی نبی ﷺ پر نازل کلام چھوڑ کر غلام احمد قادیانی کی مادری زبان میں اگر کوئی الہام ہے تو اس میں عبادت کرنی چاہئے۔ اور عربی قرآن کو چھوڑ دینا چاہئے تا کہ مسلمانوں سے مشابہت ختم ہو"۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۶/جنوری ۱۹۹۸ء صفحہ ۴)

قادری صاحب نے یہ نصیحت احمدیوں کو لکھ تو دی ہے مگر سوچا نہیں کہ وہ لکھ کیا رہے ہیں۔ اور اس کا مطلب کیا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میں وہی امام مہدی اور مسیح موعود ہوں جس کی پیشگوئی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے امت مسلمہ کے اختلافات کو دور کر کے انہیں امت واحدہ بنانے کے لئے کی ہے۔ احمدیوں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو امام مہدی ہی ماننا ہے۔

اب قادری صاحب بتائیں کہ جب ان کے نزدیک امام مہدی آئے گا تو کیا اس سچے امام مہدی کو ماننے والے قرآن مجید کو چھوڑ کر اس امام مہدی کی مادری زبان میں عبادت کرنا شروع کر دیں گے!؟ نعوذ باللہ۔ قرآن مجید اور اسلامی عبادات کو ترک کرنے والا سچا امام مہدی ہو ہی کب سکتا ہے؟

قادری صاحب نے اپنے مضمون میں حضرت عیسیٰ مسیح ناصری علیہ السلام کی آمد ثانی کا ذکر کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ مسیح ناصری علیہ السلام کی زبان سریانی تھی نہ کہ عربی۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد نعوذ باللہ مسلمان اپنا تعلق اسلام، قرآن، عربی زبان سے توڑ کر سریانی زبان سے جوڑ لیں گے؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مادری زبان میں عبادت اور ان کے الہام کی پوجا شروع کر دیں گے؟؟ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے قادری صاحب موصوف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ نزول مسیح کے بعد مسلمان اسلام سے برگشتہ ہو کر عیسائی بن جائیں گے۔ یہی تو عقیدۂ باطل تھا جس نے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو بپتسمہ لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب دیکھیں جماعت احمدیہ کی مخالفت نے قادری صاحب کو کہاں جا پہنچایا ہے۔

جہاں تک مسلمانوں سے مشابہت اختیار کرنے کا سوال ہے احمدی تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے سچے عاشق اور فدائی ہیں۔ انہوں نے اسلام کی راہ میں ہر قسم کی قربانی پیش کرنی ہے۔ اور اس پر عمل ہر حال میں کرنا ہے۔

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

☆......☆......☆

روزنامہ نوائے وقت ۱۷/ جنوری ۱۹۹۸ء میں مضمون کی دوسری قسط ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے:

"اسلام میں تو مصلحین کی کوئی گنجائش نہیں

البتہ اولیائے کرام کے دم قدم سے دنیا کے کئی ملکوں میں نور اسلام چمکا ہے۔ اب یہ نیک کام علمائے کرام اور اولیائے وقت کرتے رہیں گے"۔

قادری صاحب نے یہ وضاحت نہیں کی کہ امت محمدیہ میں ہزار ہا اولیائے کرام جنہوں نے مسلمانوں میں پیدا ہونے والی خرابیوں کو دور کر کے انکی اصلاح کی تھی ان کو مصلح کیوں نہ کہا اور سمجھا جائے۔ اور یہ بزرگان امت مصلح نہ تھے تو اور کیا تھے؟ آنحضرت ﷺ نے امت محمدیہ میں ہر صدی کے سر پر مجددین کے آنے کی جو خبر دی ہے وہ مجددین اگر مصلح نہیں تو انہیں کیا نام دیا جاسکتا ہے؟۔ وہ کون سے واقعات اور حالات ہوتے ہیں جو کسی ربانی مصلح کا تقاضا کرتے ہیں؟ اب اسلام میں مصلحین کی کوئی گنجائش نہیں تو کیوں؟ کیا فی زمانہ مسلمان کہلانے والے ہر قسم کے روحانی بگاڑ اور اختلافات سے محفوظ ہیں؟ کیا اس دور کے مسلمان "علماء" کی موجوگی میں اسلام اور قرآن کریم پر عمل پیرا ہیں اور اسلامی تعلیم کا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں؟ کیا 'علماء' کے ہوتے ہوئے اسلام پر ایمان لانے کا دعویٰ کرنے کے باوجود امت مسلمہ فرقہ در فرقہ تقسیم نہیں ہو چکی؟ اس وقت مملکت اسلامیہ پاکستان میں ہی دہشت گردی اور مذہب کے نام پر جو ظلم و ستم روا رکھا جارہا ہے اور جو اعمال قبیحہ کئے جارہے ہیں کیا اکثر و بیشتر علماء ہی اس کے ذمہ دار نہیں ہیں؟ کیا نیک "علمائے کرام" مفقود ہو چکے ہیں یا ان میں اصلاح کی اہلیت نہیں رہی؟ وغیرہ بہت سے سوالات ہیں جن کا جواب قادری صاحب کے ذمہ ہے۔

پھر اگر محمد طاہر مرزا قادری صاحب کا خیال درست ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو خدا تعالیٰ کے پاکیزہ اور عظیم نبی ہیں کے دوبارہ آنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیا وہ 'مصلح' ہونگے یا نہیں؟ اگر وہ مصلح ہونگے تو یقیناً قادری صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ "اسلام میں تو مصلحین کی کوئی گنجائش نہیں"۔

☆......☆......☆

جناب قادری صاحب آنحضرت ﷺ کی عالمگیر نبوت کا اعلان کرنے والی آیات کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں:

"اتنی جامع اور عالمگیر نبوت کے بعد بھی کسی نئے نبی کی ضرورت ہے؟ عیسیٰ بھی حضور علیہ السلام کے خلیفہ کی حیثیت سے دوبارہ تشریف لائیں گے، ماں کے پیٹ سے دوبارہ پیدا نہیں ہونگے"

(روزنامہ نوائے وقت ۱۷؍جنوری ۱۹۹۸ء ص ۱۱)

ان الفاظ کو پڑھ کر تحقیق کرنے والا اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ الفاظ خاص ذہنیت اور تصور کی عکاسی کر رہے ہیں۔ محمد طاہر مرزا قادری صاحب اپنے عقیدہ اور تصورات کو ہر قاری سے بلا جواز اور بغیر دلیل کے منوانا چاہتے ہیں۔ یہ کہ آنے والا مسیح ماں کے پیٹ سے کیوں پیدا نہ ہوگا؟ وہ کس طور پر آنحضور ﷺ کا خلیفہ بنیں گے؟ ان کی خلافت کا اعلان کیسے اور کیونکر ہوگا؟ کیا کبھی پہلے بھی کوئی آسمان سے جسم سمیت نازل ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نازل ہونگے؟ کیا قرآن مجید میں کسی جگہ اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے؟ کیا آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کی کوئی تفصیل بیان کی ہے؟ یہودی عقیدہ اور ان کی الہامی کتب (۲۔ سلاطین باب ۲ آیت ۱۱ کے مطابق ایلیاہ کا آسمان پر جانا اور ملاکی کی کتاب کے مطابق مسیح سے قبل ایلیاہ کا آنا) میں مذکور پیشگوئیوں کے باوجود ایلیاہ حضرت یحییٰ کی شکل میں ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ (متی باب ۱۱ آیت ۱۵ اور باب ۱۷ آیت ۱۰ تا ۱۲) نہ کہ ظاہری شکل میں آسمان سے نازل ہوئے۔ دو ہزار سال سے یہودی ایلیاہ کے منتظر ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰؑ نے اس پیشگوئی کا حل خود بیان فرما دیا ہے۔ اس مثال سے راہنمائی حاصل نہ کرنا شقاوت ہے، سعادت نہیں۔

محمد طاہر مرزا قادری صاحب نے یہ بھی نہیں بتایا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی جامع اور عالمگیر نبوت کے بعد جب کسی نئے نبی کی ضرورت ہی نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ایک قومی نبی تھے انہیں ایک خلیفہ بنا کر واپس لانے میں کیا حکمت ہے؟ جب ضرورت ہی نہیں تو وہ بلا ضرورت کیونکر آئیں گے؟ کیا وہ اپنی پہلی نبوت کا انکار کر کے یہودیوں کی تائید کریں گے یا اپنی نبوت کو جو کہ ایک قومی نبوت ہے پیش کریں گے؟ اگر تمام عالم کی اصلاح کریں گے تو قرآن مجید کی ان آیات کا کیا ترجمہ ہوگا جن میں حضرت عیسیٰؑ کی آمد کو بنی اسرائیل سے مخصوص کیا گیا ہے۔ (سورۃ آل عمران آیت ۴۹، المائدہ آیت ۷۲ اور الصف آیات ۶ تا ۱۴ وغیرہ) قرآن کریم حضرت عیسیٰؑ کو صرف بنی اسرائیل کا رسول بتائے گا جبکہ وہ خود کو آنحضرت ﷺ کی نمائندگی اور خلافت میں عالمگیر۔ کس کو مانیں گے قادری صاحب؟ (شاید کسی کو بھی نہیں)

☆......☆......☆

جناب محمد طاہر مرزا قادری صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں:

"مرزا غلام احمد قادیانی کی پیدائش چونکہ برصغیر میں ہوئی ہے اور یہاں حضور علیہ السلام تک رسائی کے چار مستند روحانی سلسلے ہیں نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتی۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے ان چاروں سلسلوں میں کسی میں بھی بیعت کی؟ اگر کی ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی کے مرشد کا نام بتائیں"۔

(نوائے وقت لاہور ۱۷؍جنوری ۱۹۹۸ء صفحہ ۱۱)

محمد طاہر مرزا قادری صاحب نے اپنے مسلک کے مطابق چند سلسلوں کا ذکر تو کر دیا مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ چار سلسلے الگ الگ کیوں ہیں؟ جبکہ قرآن مجید افتراق اور اختلافات سے منع کرتا ہے (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳)۔ ان چاروں سلسلوں کے آنحضرت ﷺ تک پہنچانے کی ضمانت کہاں سے ثابت ہے؟ جبکہ موجودہ زمانہ میں ان میں غیر اسلامی اور قرآن مجید کے خلاف حرکات کا ارتکاب پایا جاتا ہے۔

کیا محمد طاہر مرزا قادری صاحب کے نزدیک جب ان کا سچا امام مہدی ظاہر ہوگا تو اس کا ان سلسلوں میں سے کسی ایک کا متبع ہونا ضروری ہوگا؟ اگر امام مہدی نے کسی گدی نشین کے ہاتھ پر بیعت کرنی ہے تو وہ امام مہدی کیسا ہوا؟ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے آنے والے کو مہدی قرار دے کر بتادیا ہے کہ وہ موعود صرف اور صرف خدا تعالیٰ سے روحانی اور قرآنی علوم اور معارف سیکھے گا۔ وہ براہ راست خدا تعالیٰ سے ہدایت یافتہ ہونگے نہ کہ کسی مولوی یا پیر یا گدی نشین سے فیض پائیں

گے۔ خدا تعالیٰ سے علم پانے کی وجہ سے ہی وہ "امام" بنیں گے۔

جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ ہی یہ ہے کہ **خدا تعالیٰ نے مجھے امام مہدی مقرر فرمایا ہے** تو قادری صاحب کا یہ اعتراض ہی بے معنی اور بے حقیقت ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ حضرت مرزا صاحب کا مرشد کون ہے تو سنئے۔ آپ فرماتے ہیں:

فدا شد در رہش ہر ذرہ من
کہ دیدم حسنِ پنہانِ محمدؐ
دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

(اشتہار ۲۰/ فروری ۱۸۹۳ء صفحہ ۱)

اس کی راہ میں میرا ہر ذرہ فدا اور قربان ہے کہ میں نے حضرت محمد ﷺ کے پوشیدہ حسن کو دیکھا ہے۔ اس کے سوا میں اپنا کوئی استاد نہیں جانتا کہ میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مدرسہ میں ہی پڑھا ہوں۔

☆...... حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں:

"اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق و مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا **حضرت محمد مصطفی ﷺ ہے** جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔"

(تریاق القلوب)

☆...... حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے مرشد کا تعارف ان الفاظ میں کرواتے ہیں:

"اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں......" (براہین احمدیہ)

☆......"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام رسولوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ ﷺ ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی......" (سراج منیر)

☆......"خداوند کریم نے اسی رسول مقبول کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے اور علوم لدنیہ سے سرفراز فرمایا ہے اور بہت سے اسرار مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق اور معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے اور بارہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضلات اور احسانات اور یہ سب تلطفات اور توجہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بیمن متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ ہیں۔

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(براہین احمدیہ)

اس فارسی شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ میرے ہمنشیں کے حسن و جمال نے مجھ پر اثر کیا ہے وگرنہ میں کیا چیز ہوں، میں تو محض خاک ہوں۔

☆...... حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی برملا اقرار کرتے ہیں کہ:

"میں نے خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ **سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا۔ اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔**" (حقیقۃ الوحی)

☆......☆......☆

جناب محمد طاہر مرزا قادری صاحب نے احمدیوں کو کافر ثابت کرنے کے لئے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ احمدیوں کو مقبوضہ کشمیر جانے کے لئے ویزہ مل جاتا ہے اور ان کا ایک مقامی مشن اسرائیل میں بھی ہے اور انہیں وہاں جانے کے لئے ویزہ کی سہولت ہے لہٰذا قادیانی کافر ہیں۔

یہ منطق قادری صاحب اور ان کے حواریوں کی سمجھ میں تو آسکتی ہے خدا کا خوف رکھنے والا ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ مقبوضہ کشمیر کا ویزہ مل جانا کفر کی علامت کیسے ہو گیا؟ احمدی ویزہ لے کر جاتے ہیں اور قادری صاحب کے ہم خیال بغیر ویزہ کے چوری چھپے سرحد عبور کرتے ہیں۔ احمدی جہاں اور جس ملک میں ہوں وہاں کے قانون کا احترام کرتے ہیں۔ جبکہ قادری صاحب کے ہمنوا کلاشنکوف سنبھال کر اپنی اغراض پوری کرتے ہیں۔ قادری صاحب کے ہم خیال علماء و دیگر افراد جو یورپ اور امریکہ وغیرہ جاتے ہیں کیا غیر مسلموں کے ممالک میں جانے سے وہ کافر ہو جاتے ہیں؟ ملک کے وزراء اور دیگر سرکردہ افراد سے متعلق ان کا کیا خیال ہے جو نہ صرف یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں کے ممالک کے دورے کرتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ ہاتھ ملاتے، ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے اور دوستی کے عہد و پیمان باندھتے ہیں؟ کیا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کسی ملک میں جا کر اس کے قانون کی اتباع میں پرامن زندگی گزارتے تھے تو وہ حکومتیں کیا انہیں اجازت نہ دیتی تھیں؟ کیا ہجرت حبشہ اولیٰ و ثانیہ کو قادری صاحب بھلا چکے ہیں؟

فلسطین اور تل ابیب میں اسرائیلی حکومت کے وجود سے سالہا سال قبل جماعت احمدیہ موجود تھی۔ اور وہاں کے مقامی باشندے احمدیت میں شامل ہیں تو یہ احمدیت کے کفر پر دلالت کس طرح کرتا ہے؟ اگر یہود کے علاقہ میں جانا کفر ہے تو قادری صاحب اسلام کے ابتدائی دور میں یثرب میں فروغ اور ترقی پر کیا کہیں گے جہاں یہود آباد تھے۔ بلکہ آنحضور ﷺ یہودیوں کے پاس بنفس نفیس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک یہودیہ کے کھانے کی دعوت پر بھی تشریف لے گئے

تھے۔ خدا کے لئے ایسی نامعقول باتیں کرنے سے پہلے کچھ سوچ لیا کریں کہ ان کی زد کہاں پڑے گی؟ سیانوں کا قول ہے کہ نادان دوست سے دانا دشمن بھلا ہوتا ہے۔

جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیغام کو تمام بنی نوع انسان تک پہنچانے کی غرض سے قائم ہوئی ہے۔ اسلام کا عالمگیر ہونا جغرافیائی حدود سے نا آشنا ہے۔ ہر قوم اور ہر علاقہ اس کا مخاطب ہے تو احمدیت کا اسرائیل میں جا کر اسلام کا پیغام دینا اس کی صداقت کا ثبوت ہے نہ کہ کذب کا۔ جہاں تک پاکستانی احمدیوں کا اسرائیل میں جانے کا تعلق ہے تو پاکستانی احمدی ملکی قانون کی اتباع میں اسرائیل کا ویزہ ہرگز نہیں لیتے اور نہ ہی وہاں جاتے ہیں۔

جو مسلمان فلسطینی اسرائیل میں رہتے ہیں یا کسبِ معاش کی غرض سے ہر روز اسرائیلی حدود میں داخل ہوتے ہیں ان کے بارے میں محمد طاہر مرزا قادری صاحب کیا فتویٰ دیں گے۔ وہ عقیدۃً کیا ہونگے؟ مسلمان یا......؟؟

☆......☆......☆

محمد طاہر مرزا قادری صاحب سورۃ الحاقہ آیت ۴۴، ۴۵ کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ:

"اس سورہ مبارکہ میں انبیائے برحق کا ذکر ہے کہ وہ جو بھی وحی بیان کرتے ہیں جھوٹ نہیں بولتے اور یہ اسے اپنے اوپر منطبق کرتے ہیں"۔

کیا خوب نکتہ قادری صاحب نے نکالا ہے کہ اگر انبیاء برحق جھوٹا الہام پیش کردیں تو خدا تعالیٰ انہیں پکڑے گا اور ان کی شہ رگ کاٹ دے گا۔ جو جھوٹے اور کذاب ہیں ان پر اس قانون کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اگر کوئی جھوٹا الہام پیش کرے تو وہ برحق نبی کیسے ہوگیا؟ جھوٹ نے ہی جھوٹا ثابت کردیا۔ برحق نہ رہا۔ اگر سچا نبی ہوتا تو جھوٹا الہام بنا سکتا ہی نہیں۔ جو الہام بنا کر پیش کرے اور فاتر العقل نہ ہو اور تقوّل کے تحت اس کا کلام آتا ہو تو لازماً وہ شخص اور اس کا سلسلہ برباد ہوگا۔ یہ وعدہ الٰہی ہے۔ قادری صاحب نے بزعم خویش کتاب "اَمّہ تلبیس" کا کیا ہی عمدہ حوالہ پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"اَمّہ تلبیس" میں لکھا ہے کہ جتنے بھی جھوٹے نبی ہوئے اگر انہوں نے کسی اسلامی ملک میں دعویٰ کیا تو انہیں یقینی طور پر قتل کیا گیا جبکہ غیر مسلم ممالک میں یہ معاملہ دوسرا رہا۔ جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں نے بھی جھوٹا دعویٰ کیا تو انہیں غیر مسلم حکومت نے نہ گرفتار کیا اور نہ قتل کیا بلکہ غیر مسلم حکومت تو ایسے لوگوں کی پشت پناہی کرتی رہی ہے اور اب بھی کچھ ممالک ان کی حفاظت کررہے ہیں"۔

اس اقتباس میں قادری صاحب موصوف نے تسلیم کیا ہے کہ بانی جماعت احمدیہ قرآن کریم کی سورۃ الحاقہ آیت ۴۴، ۴۵ کی تفسیر کے مطابق ہلاک اور قتل نہیں ہوئے۔ اگرچہ انہوں نے قتل نہ ہونے کی وجہ غیر مسلم حکومت ہونے کو بتایا ہے۔ مگر بھول گئے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم نہیں دیا کہ جسے تم جھوٹا سمجھو اسے قتل کردو۔ بلکہ جھوٹے کی جوابدہی اور سزا اپنے ہاتھ میں رکھی اور فرمایا "ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر اس کی شہ رگ کاٹ دیں گے اور تم ہمیں ایسے شخص کو سزا دینے سے روک نہیں سکتے۔ (الحاقہ آیت ۴۵)

کیا قادری صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خدا اسلامی حکومت میں تو اپنے حکم پر عمل کرنے پر قادر ہے مگر غیر مسلم حکومتیں اس کے حکم پر عمل کرنے میں روک بن جاتی ہیں!؟ قادری صاحب کا مزعومہ خدا تو ایسا کمزور ہو سکتا ہے مگر اسلام کا "عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَام" خدا نہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کا سورۃ الحاقہ آیت ۴۴، ۴۵ کے مطابق ہلاک نہ ہونا اور آپ کے سلسلہ کا دن بدن ترقی کرتے چلے جانا ان کی صداقت کا بین ثبوت ہے۔

☆......☆......☆

جماعت احمدیہ کی مخالفت میں لکھنے والوں کا یہ عام دستور ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عالمی نبوت اور مقام خاتم النبیین کا ذکر کر کے ہمیشہ کے لئے فیضان نبوت کو بند قرار دے کر عوام الناس پر یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اب قیامت تک کوئی شخص بھی خدا تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ اور وحی و الہام سے مشرف نہیں ہو سکتا نعوذ باللہ اور جو بھی دعویٰ کرے وہ کافر، مرتد اور ختم نبوت کا منکر ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام بنی نوع انسان کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دے کر آپ کی سنت اختیار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ سے روحانی فیوض پانے کا حکم دیا گیا ہے (سورہ الاحزاب آیت ۲۱)۔ آنحضور ﷺ کی کامل اتباع کو تمام فیوض کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ (سورۃ النساء آیت ۶۹)۔ تمام روحانی فیض اور انعامات کو پانے کے لئے سورۃ الفاتحہ میں صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی دعا سکھائی گئی جو نماز کی ہر رکعت میں کی جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے امت مسلمہ کی اصلاح اور ان کے اختلافات کو دور کرنے کے لئے امت مسلمہ میں آنے والے مسیح موعود کو نبی قرار دے کر اس کی آمد کی اہمیت کو بیان فرمایا اور اس پر ایمان لانا لازمی قرار دیا ہے۔

یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ امت مسلمہ کے اختلافات کو دور کرنے کے لئے حضرت عیسیٰؑ کا آنا ضروری ہے اور حضرت عیسیٰؑ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی بلکہ بعض کے نزدیک صاحب شریعت مستقل نبی ہیں اور آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ نبی اللہ کا آنا مانتے ہیں اور یہ خاتم الانبیاء کے مقام کے خلاف نہیں بلکہ اتباع میں جانتے ہیں۔ اور بھول جاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے آخری زمانہ میں امت مسلمہ کو ہی ان کی بداعمالیوں میں یہود کی مشابہت کی وجہ سے یہودی قرار دیا ہے تو ان یہودیوں کی اصلاح کے لئے آنے والے کا نام عیسیٰ بن مریم رکھ دیا تو اختلاف کی کون سی بات ہے۔ نہ یہودی پرانے نہ مسیح پرانا۔ یہودی تمثیلی ہیں تو مسیح بھی تمثیلی ہی ہونا چاہئے نہ کہ یہودی تو تمثیلی ہوں اور ان کی اصلاح کرنے کے لئے پہلے والا مسیح آجائے۔

یہ ایک بنیادی حقیقت ہے جس میں ایک ذرہ بھی شک کی گنجائش نہیں کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت پر ایمان رکھتا ہے جو قیامت تک جاری ہے۔ جس کے فیض سے ہی کسی کو روحانی فیضان مل سکتا ہے ورنہ ہلاکت اور گمراہی ہے۔ ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو امام مہدی اور آنحضرت ﷺ کا غلام مانتے ہیں۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ خود وضاحت فرماتے ہیں:

"میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت ﷺ کی اتباع

سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔ یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ ولکل ان یصطلح

(تتمہ حقیقۃ الوحی)

کتاب حقیقۃ الوحی میں ہی پہلے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی تھی۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت ﷺ کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اور میری نبوت آنحضرت ﷺ کی ظل ہے۔ نہ کہ اصلی نبوت۔ اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت ﷺ کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے"۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ کے واضح اعلانات کے باوجود لوگوں کو گمراہ کرنے کی غرض سے آپ کی طرف مستقل براہ راست نبوت کا دعویٰ منسوب کرتے چلے جانا تقویٰ کی راہ نہیں۔

☆......☆......☆

جناب محمد طاہر مرزا قادری صاحب نے اپنے مضمون کو اس بات پر ختم کیا ہے کہ امام مہدی علوی ہاشمی قریشی ہیں۔ جن کا شجرہ بی بی فاطمہؓ کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ تک پہنچتا ہے۔ "کیونکہ امام مہدی بذات خود سرور کونین ﷺ کے نسلی نواسے ہیں اس لحاظ سے بھی یہاں مغلوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں"۔ یہ الفاظ ہی اس بات کی عکاسی کر رہے ہیں کہ محمد طاہر مرزا قادری صاحب کے ذہن میں امام مہدی کی شخصیت شیعہ عقیدہ کی طرح معین ہے جس کا نام لئے بغیر بات کر رہے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے سورۃ الجمعہ کے نزول کے وقت وَ آخرِینَ مِنهُم لمّا یَلحَقُوا بِھِم کے بارے میں سوال کرنے پر حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ "اگر ایمان سطح زمین کو چھوڑ کر آسمان کی بلندیوں پر پرواز کر گیا تو ان میں سے ایک شخص ایمان کو دوبارہ زمین پر قائم کرے گا۔ (البخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

یہ واضح حقیقت ہے کہ حضرت سلمانؓ سلمان منا اھل البیت (سلمان ہم میں سے اہل بیت سے ہے) کا خطاب پانے کے باوجود نہ ہاشمی تھے نہ قریشی بلکہ عجمی کے عجمی رہے۔ البتہ روحانیت میں وہ مقام پایا کہ خدا کے رسولؐ نے اُسے اپنے خاندان نبوت کا فرد قرار دیا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ایمان کو سطح ارض سے غیب ہونے کے بعد نبی ہی دوبارہ قائم کر سکتا ہے۔ کوئی دوسرا نہیں۔ احادیث کے مطابق یہ شرف حضرت امام مہدیؑ کو حاصل ہوگا۔ بخاری کتاب التفسیر کی یہ حدیث تو امام مہدی کے عجمی اور فارسی الاصل ہونے کی طرف اشارہ کر رہی ہے نہ کہ قادری صاحب کے خیال کی تائید۔

☆......☆......☆

آخر پر میری جناب محمد طاہر مرزا قادری صاحب کی خدمت میں درخواست ہے کہ ہمیں کوئی کافر ہے یا نہیں کی بحث میں پڑنے کی بجائے قرآن مجید اور احادیث رسول کریم ﷺ کی روشنی میں صداقت کی جستجو کرنی چاہیے۔ قرآن عظیم نے صداقت اور سچائی کو پرکھنے کا جو اصول بیان کیا ہے اس پر آزمانا چاہیے۔ پھر یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ متعلقہ فرد یا جماعت کے ساتھ خدا تعالیٰ کا سلوک کیا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ مفتری اور کذاب کو کبھی کامیابی عطا نہیں فرماتا (سورۃ الانعام آیت ۲۱، ۹۳، ۱۴۴۔ سورۃ یونس آیت ۱۷ اور سورۃ الکہف آیات ۱۵، ۵۷ اور سورۃ العنکبوت آیت ۶۸) ورنہ خدا تعالیٰ کے محبوب سچے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنے والے بھی کافی باتیں بنایا کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کی ذات پر اعتراض کر کے اپنے انکار کا جواز نکال لیا کرتے تھے۔ (سورۃ الفرقان آیت ۷ اور آیت ۲۰)۔

پاک و برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر
ورنہ اٹھ جائے اماں پھر سچے ہوویں شرمسار

صفحہ ۲۸ سے آگے

تحریک کا درجہ دے دیا گیا ہے یعنی انکی تعداد متواتر بڑھتی رہے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ان کی تعلیم و تربیت کا جو عالمگیر نظام قائم کیا گیا ہے۔ وہ اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے۔ محلے کی سطح سے بین الاقوامی سطح تک اس ادارے کے نگران مقرر کرکے اسے ایک زنجیر میں پرو دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس منصوبے کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہونگے اور ایک HIGHLY MOTIVATED مجاہدین کی ایک فوج چند سال کے عرصے میں تیار ہوکر میدان میں آ جائے گی۔

ریسرچ سیلز کا قیام

خلافت رابعہ کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ جماعت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سائنٹیفک ریسرچ کو منظم کیا گیا ہے۔ اس سے قبل جو بھی ریسرچ ہوتی رہی ہے وہ انفرادی سطح پر ہی ہوتی رہی ہے۔

ختم پڑھنے کا طریق

جناب سیف الرحمٰن الفلاح صاحب ملاؤں کی جاری کردہ بدعات کا ذکر کرتے ہوئے مولویوں کے ختم پڑھنے کا طریق یوں بیان کرتے ہیں کہ "ختم پڑھنے والے ایک آدمی سے دریافت کیا کہ تم ختم میں کیا پڑھتے ہو۔ اس نے بتایا سب سے پہلے چاروں قل پڑھے جاتے ہیں پھر "ختم الله علی قلوبھم" والی آیت پڑھی جاتی ہے اور آخر میں "خاتم النبیین" والی آیت پڑھ کر تمام فوت شدگان کی ارواح کو ثواب پہنچایا جاتا ہے۔ اس کا نام ختم ہے۔ بتاؤ اس میں کونسی بری بات ہے جس کی وجہ سے تم ختم کے نام سے چڑتے ہو اور برا مناتے ہو؟ یہ نیکی کا کام ہے۔ پھر اس سے پوچھا کہ ان دو آیات کا ختم سے کیا تعلق ہے؟ پہلی آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سب سے آخری پیغمبر ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ وہ کہنے لگا کہ اس کے معانی اور مفہوم کا تو مجھے کوئی علم نہیں۔ البتہ اتنا علم ہے کہ ان دو آیات میں ختم کا ذکر آیا ہے بنا بریں ختم پڑھنا جائز اور کار ثواب ہے۔

غور فرمائیں! علماء سوء نے عوام کو قرآنی آیات کا غلط مطلب اور مفہوم بتا کر کس قدر گمراہ کر رکھا ہے۔ اس بیچارے کو اتنا بھی علم نہیں کہ ختم کے معنی مہر لگانے کے ہیں۔ اب عوام یہ سمجھتے ہیں کہ ان دو آیات میں ختم کا لفظ آیا ہے۔ بنابریں ختم ضرور پڑھنا چاہئے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، ۲۸ر نومبر ۱۹۹۷ء صفحہ ۹)

ضمناً یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ختم کے اصلی معنی کیا ہیں جیسا کہ مولوی صاحب لکھتے ہیں:

"اس بیچارے کو اتنا بھی علم نہیں کہ ختم کے معنی مہر لگانے کے ہیں"۔

☆......☆......☆

اخلاقی تباہی

میمونہ لطیف فیصل آباد نے ڈش انٹینا کے پروگراموں پر تبصرہ کیا ہے اور اپنے خط بعنوان "ڈش انٹینا۔ ایک گناہ" میں جو نوائے وقت میں شائع ہوا ہے۔ لکھتی ہیں:

"مکرمی! ہمارے ملک کو اخلاقی طور پر تباہ کرنے کی کوشش میں ایک اضافہ ڈش انٹینا ہے جس کے اثرات سے ہماری نئی نسل ذہنی طور پر مفلوج ہو رہی ہے۔ جس قدر بے حیا پروگرام ڈش پر دکھائے جاتے ہیں اس کا تصور بھی ایک مسلمان کے ذہن میں آنا گناہ ہے"۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۸ر جنوری ۱۹۹۸ء صفحہ ۷)

ایسے تمام دردمند لوگوں کو بشارت ہو کہ آج ایم ٹی اے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ڈش انٹینا کو نیکی اور بھلائی اور برکت پھیلانے کا وسیلہ بنادیا ہے اور دنیا کے کناروں تک اس کے ذریعہ عظیم روحانی انقلاب برپا ہو رہے ہیں۔

☆......☆......☆

ڈاکٹر عبدالسلام کی قدر نوازی

پاکستان کے ایک گمنام سائنس دان

سراج الدین ظفر کے انٹرویو سے اقتباس:

سوال: ڈاکٹر عبدالسلام کے بارے میں آپ کے کیا خیالات ہیں؟

جواب: بہت ذہین آدمی تھے لیکن ہمارے ملک نے ان سے کام نہیں لیا۔ ہم ان کی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ وہ پاکستان کے لئے بہت کچھ کرنا چاہتے تھے ان کی حوصلہ افزائی نہیں ہوئی۔ وہ تو پھر بھی بڑے آدمی تھے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ مجھ جیسا عام آدمی کتنے دھکے کھا رہا ہے۔

سوال: انہوں نے کیا آپ کو اپنے پاس بلانے کے لئے خط بھی لکھا تھا؟

جواب: ان کی قدر نوازی ہے۔ انہوں نے اتنی دور سے مجھے خط لکھا اور کہا آپ اپنی تھیوری مجھے لکھ کر بھیجیں اور ڈیمانڈ بتائیں لیکن میں اپنی حب الوطنی کی وجہ سے ان کے پاس نہیں گیا اور اب ٹھوکریں کھا رہا ہوں۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور نومبر ۱۹۹۷ء صفحہ ۶۲)

☆......☆......☆

ہمارا کلچر

سعید آسی اپنے کالم بیٹھک میں لکھتے ہیں:

ہمارا کلچر تو سراسر منافقت، دھوکہ دہی، فریب کاری، ظاہری نمود و نمائش، ہیرا پھیری، تفاخرانہ انداز والی کرپشن اور کھلی دھاندلی والا کلچر ہے۔ ہمارے سیاستدانوں سے عام شہری تک اسی کلچر کے رسیا نظر آتے ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹ر جنوری ۹۸ء)

یہ ساری علامتیں تو ایمان اٹھ جانے کی علامتیں ہیں اس لئے اس معالج کی تلاش کرنی چاہئے جس کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی۔

طریق حفاظت

وحید نذیر صاحب سمن آباد لاہور نے دہشت گردی سے بچنے کے لئے اپنے امام مسجد کا طریق بیان کیا ہے جو نوائے وقت لاہور میں ایڈیٹر کی ڈاک میں شائع ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"مکرمی! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ وہ کیسے مسلمان تھے جنہوں نے دوسرے روزے دار مسلمانوں کو رمضان کے مہینے میں بلاوجہ قتل کردیا۔ اس واقعہ کا کسی اور پر اثر ہوا نہ ہوا مگر ہمارے امام مسجد پر بہت زیادہ ہوا ہے اور انہوں نے اعلان کیا ہے کہ کیونکہ ہماری مسجد چوکیدار افورڈ نہیں کرسکتی اس

لئے جماعت کھڑے ہوتے ہی مسجد کا دروازہ بند کر دیا جائے گا تاکہ کسی ناخوشگوار واقعہ کا مقابلہ کیا جاسکے۔ اس لئے تمام نمازی وقت سے کچھ پہلے تشریف لائیں"۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۸/ جنوری ۱۹۹۸ء صفحہ ۷)

☆......☆......☆

دین کا معاملہ

کالم نگار اثر چوہان اپنے کالم سیاست نامہ میں لکھتے ہیں :

"روایت یہ ہے کہ نپولین مسلمان ہونا چاہتا تھا اور جب اس نے علمائے مصر سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو علماء کی طرف سے کہا گیا کہ "مسلمان ہونے سے پہلے ختنہ کرانا ہوگا"۔

نپولین نے کہا میں کلمہ پڑھنے کو تیار ہوں اور دوسرے ارکان اسلام پر بھی عمل پیرا ہو جاؤں گا لیکن آپ مجھے اس مشکل مقام سے نہ گزاریں۔ بوڑھا ہو گیا ہوں کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا"۔

علمائے مصر نے کہا "ایسا تو ہوگا یہ دین کا معاملہ ہے"۔ چنانچہ نپولین نے مسلمان ہونے کا ارادہ ترک کر دیا۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۸/ جنوری ۱۹۹۸ء صفحہ ۳)

☆......☆......☆

توقیر صحافت

قومی ڈائجسٹ لاہور کے مدیر مجیب الرحمان شامی لکھتے ہیں :

معروف کالم نگار ارشاد احمد حقانی نے بڑے وثوق سے لکھ دیا کہ وزیر اعظم نے صدر محترم کو دوسری ٹرم کی مشروط پیشکش کی ہے یعنی اگر وہ چیف جسٹس کے خلاف وزیر اعظم کا ساتھ دیں تو آئندہ مدت عہدہ کے لئے مسلم لیگ (ن) کے صدارتی امیدوار ہونگے۔ ایوان صدر سے اس کی تردید کی گئی تو حقانی صاحب نے جوابی بیان میں اپنی صداقت کا دوبارہ اعلان کیا لیکن جب ایک دعوت میں سب کا آمنا سامنا ہو گیا تو حقانی صاحب نے صاف مکر کر سب کو حیرت کے سمندر میں ڈبو دیا۔ ظاہر ہے اخبار میں دو بار چھپا ہوا ان کا بیان از خود غائب تو نہیں ہو سکتا وہ جوں کا توں موجود ہے اس کے باوجود معروف کالم نگار صاف انکار کر کے "توقیر صحافت" میں اضافہ فرما رہے ہیں۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، دسمبر ۹۷ء صفحہ ۱۷)

تربیت کا ایک لازمی حصہ قیام نماز ہے
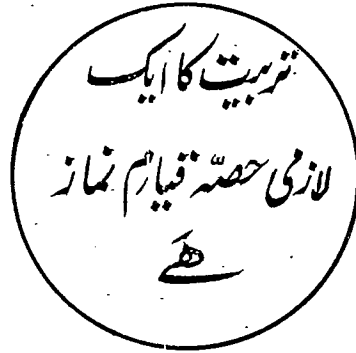
ایک چیز جو بڑی بنیادی اہمیت کی حامل ہے اور تربیت کا ایک لازمی حصہ ہے وہ قیام نماز ہے۔ آپ کھانا کھانے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ نماز روحانی غذا ہے۔ اس کے بغیر روحانیت زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس لیے نمازوں کی تعداد بھی اتنی ہی ہے جتنے کھانے کے اوقات ہیں آپ کہہ سکتے ہیں کہ غریب ملکوں میں تو لوگ دو وقت کی روٹی کھاتے ہیں، لیکن اسلام تو غریب مذہب نہیں ہے۔ یہ آپ کو امیر قوم کی طرح تصور کرتا ہے اور امیر قومیں دن میں کم از کم پانچ وقت کھاتی ہیں ۔ آپ امیر قوموں کی عادات کا مطالعہ کیجئے وہ صرف ایک یا دو وقت کے کھانے پر اکتفا نہیں کرتیں۔ وہ کم از کم پانچ وقت کھاتی ہیں اور بعض اس سے بھی زیادہ، اس کے مقابل نوافل رکھ دیئے گئے ہیں۔ امریکہ میں لوگ جونہی نیند سے بیدار ہوتے ہیں اولاً BED TEA پیتے ہیں۔ ثانیاً پورا ناشتہ ثالثاً لنچ (دوپہر کا کھانا) رابعاً شام کی چائے کی پیالی۔ خامساً DINNER رات کا کھانا اور اگر آپ صبح کی چائے کو چھوڑ دیں تب SUPPER پانچویں نمبر پر آئے گا اور علی الصبح کی چائے نفل بن جائے گی۔ رات کے وقت اگر انہیں بھوک لگ جائے تو اُٹھ کر کچن میں یا فرج میں چیزیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ ایک مومن ایسے میں تہجد میں اللہ کے فضل ڈھونڈنے میں لگ جاتا ہے۔ اگر آپ نوافل ادا نہیں کر سکتے تو پانچ وقت کی نمازیں تو ضرور ادا کریں جو دنیا کی ہر امیر قوم کی عادات میں شامل ہے۔ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے وہ روحانی طور پر مردہ ہو جاتے ہیں کیونکہ جس طرح خوراک کے بغیر انسان جسمانی طور پر زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح نماز ترک کر کے انسان روحانی طور پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لیے مسلمان کی زندگی میں قیام صلوٰۃ نہایت اہم چیز ہے اس کی طرف خاص طور پر توجہ کی جائے کیونکہ اس کے بغیر ہم کوئی بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ سیکرٹری تعلیم آپ کو نماز کا مواد مہیا کرے گا یعنی وہ یہ بتائے گا کہ نماز میں کیا کہنا ہے اور سیکرٹری تربیت دیکھے گا کہ خدام باقاعدگی سے اس کو یاد کرتے اور نمازیں ادا کرتے ہیں۔

نماز پڑھیں اور باجماعت پڑھیں۔

اسی طرح اچھے خاندانوں اور قوموں کا رواج ہے کہ کھانا اکیلے اکیلے نہیں کھاتے بلکہ دستر خوان بچھاتے ہیں اور اکٹھے کھانا کھاتے ہیں ان کے کھانے کے اوقات مقرر ہوتے ہیں۔ میز لگ جاتے ہیں تو گھنٹی بجتی ہے یا آواز دی جاتی ہے تو لوگ کھانے کے لیے میزوں پر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ ہر چیز میزوں پر سیٹ SET ہوتی ہے اور خاندان کے سربراہ یا اگر گروپ ہو تو اپنے لیڈر کی راہنمائی میں کھانا کھانے لگ جاتے ہیں۔ اگر کوئی اس وقت کھانے سے رہ جائے تو اگرچہ اس کا کھانا پلیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے لیکن اس میں وہ مزہ نہیں رہتا جو تازہ اور اجتماعی کھانا کھانے میں ہوتا ہے۔ اس میں باجماعت نماز کی تلقین ملتی ہے۔ اسلام کتنا خوبصورت مذہب ہے۔ کتنے منظم طریق پر عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ دور حاضر میں مادہ پرستوں نے تہذیب و تمدن کے نام پر ایک لمبے تجربے کے بعد کھانے کے جو طریقے اور اوقات مقرر کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ۱۴۰۰ سال پہلے ہی مقرر کروا دیئے تھے اس لیے قیام صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ نماز باجماعت کا بھی انتظام کیا جائے ......

The intoxicated eyes
of every beauty,
Show Thee every moment.
Every curl of the hair
points towards Thee.

Hundreds of veils
have fallen upon their eyes,
turning them blind.
Otherwise it was Thy direction,
worth following
by both believers and non-believers.

My dear, Thy lovely looks,
like a sharp sword,
cuts away all the fuss and sorrow
about things or persons
other than God.

We have mingled ourselves
in the dust, so that
we may meet Thee,
and find a cure
for this anguish
of separation from Thee.

I cannot rest a moment
without Thee.
My heart is sinking
like that of a patient.

What is this noise in Thy lane!
Come and help soon,
so that one who is madly
in love with you
may not lose his life.

حمدِ ربّ العٰلمین

کس قدر ظاہر ہے نُور اُس مبدءُ الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ اَبصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُس میں جمالِ یار کا

اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تری چمکار کا

تو نے خود رُوحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اُس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اِن اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اِس عُقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حُسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا

چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سَو سَو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغِ تیز
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کے لیے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خُوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا